

جلسہ حقوق محفوظ ہیں

اس ناول کے نام، کردار، مقامات
اور کہانی سے متعلق اداروں کے
نام لکھنی ہیں

ملاحظہ ہو

پبلشر
پرنٹر

۱۔ کچھ ناول حقوق کاغذ پر لکھے گئے ہیں۔ چنانچہ اگر کسی صاحب نے کچھ لکھا ہے تو بھلا میں جانے
آپ کا کیا تجربہ؟ اگر یہی کے ناول میں ابواب کے عنوانات ضرور چاہیے۔ لیکن انہوں
نے اس پر روشنی نہیں ڈالی کہ ابواب کے عنوانات طے ہونے سے انہیں کیا محسوس
ہوتا ہے۔ کوئی مستقل وجہ بہر حال ہر قی چاہیے! صرف یہی ایک خط اس کی مخالفت
میں موصول ہوا ہے!

زیادہ تر پڑھنے والوں کو کہانی پسند آتی اور انہوں نے فریدی کی کہانیوں
کے سلسلے میں اس تجربے کو سراہا بھی ہے۔

ایک صاحب کا خیال ہے کہ کہانی کو اتنی جلد ختم نہ کرنا چاہیے! انجام نشہ
گیا۔ میں ان سے متفق نہیں ہوں۔ غالباً وہ شفقت دی جانے والے کے بارے میں غلط

چاہتے تھے میرے خیال میں ضروری نہیں تھا۔ مرکزی خیال "منصوبہ" تھا کہ شہادت!

بہر حال مجھے طوطی پر یہ کہانی پسند کی تھی۔!

اب ملاحظہ ہو کہ تصویر کی اڑان "عمران کا خیال ہے کہ یہ اڑان جوزف کی کھوپڑی سے ملے ہوئے عمران صاحب کے کمرے میں طوطی پر ہو گئی۔

عمران آپ کی تو کھات پر اس بار ضرور پورا اترے گا۔ یعنی ایکسٹریکٹ شہادت سے اس نے صرف حکم ہی نہیں چھوایا ہے بلکہ خود بھی اپنی تمام تر حماقتوں سمیت کہانی کی رنگ و بپلے میں جاری و ساری ہے!

جوزف کے ہم وطن پرندے سے مل کر آپ یقیناً غرض جوں کے صفدر کی خدمت اس بار خود عمران کو کھربانی کھات ادا کرنے پر مجبور کر گئے ہیں۔ ایک بات اور نوٹ کیجئے عمران کے کچھ خاص تر بہ فضا ہی منظر "کاسیرین نمبر ۵۲" تھا تو پتوں کی ناواقف تصویر کی اڑان ہے۔

کچھ حضرات نے ایک غلطی کی طرف توجہ دلائی ہے "تو خفاک منصوبہ" میں فریدی کی "ملک" کے تذکرے کے ساتھ ایک جگہ "ایک گھنٹہ کی ٹی" پڑھتے ہیں اور ناکہ کھاتے ہیں جو پر۔ ملاحظہ فرماتے دراصل یہ ہے کہ کاتب صاحب مجھ سے کوئی بار کہہ چکے ہیں کہ ملکی بکرا فریدی کے تھے دوبارہ کیلک خاک خرید دوں جب انہوں نے دیکھا کہ میرے کان پر جو نہیں رہ گئی تو جھوٹے میں خود ہی کیٹی کا سونا کر بیٹھے!

(بعضی)

فرناز ہال میں تصویروں کی بین الاقوامی نمائش ہو رہی تھی۔۔۔ ایک کئی ملکوں کے بے شمار آرٹسٹوں نے اس میں حصہ لیا تھا۔! لیکن یہ نمائش اپنی نوعیت کی انوکھی نمائش تھی۔! یہاں صرف پرندوں کی تصاویر رکھی گئی تھیں۔ دنیا بھر کے خوبصورت۔۔۔ اور۔۔۔ بہریت پرندے۔!

صرف پرندوں کی انہیں تھیں یہاں۔۔۔ ایسی کوئی اڑان نہیں تھی کہ شاعر کو دل مقام کر کہنا پڑتا ہے

اپنے مرکز کی طرف مال پر ملازمت کا
بھرتا ہی نہیں عالم تری انجوائی کا

لہذا نمائش گاہ میں جہاں تل رکنے کو جی چاہے وہاں تلوں کی بوریاں بھی رکھ دیکھئے تو کسی کڑاؤں کاں خبر نہ ہو۔!

تجربہ ہی آرٹ کی نمائش بھی نہیں تھی کہ کوئی اڑی تھی اور بے ہنگم۔۔۔ ٹکیروں۔۔۔ زادایوں اور گھنگ داندروں میں چھپے ہوئے "یہ" "یہ" "وہ" "تھا" "کھنہ" کے لئے ٹوٹ پڑتے۔!

بہر حال میدان مقابلے میں مصیبتیں دلائے آڑشوں کی تعداد شاہیقین کی تعداد سے کہیں زیادہ تھی۔۔۔!

اور شاہیقین میں وہ کالا اور طویل القامت آدمی سب کی توجہ کا مرکز بنا چکا تھا جو بالکل بچوں کے سے انداز میں حیرت سے دانت نکال نکال کر ایک ایک تصویر کو بغور دیکھتا پھر رہا تھا۔!

اس کے بعد نظر غریبی تھی اس غمناکے وقوف جوان پر جو اترتے ہوئے پرندوں کی تصویریں دیکھتے وقت بے خیالی میں اپنے بازوؤں کو کبھی ڈھنوں کی طرح پھیلاتے اور کبھی سکڑنے لگتا تھا۔!

کبھی کبھی وہ دونوں آپس میں گفتگو بھی کرتے تھے۔۔۔! کریٹش انہیں دیر سے دیکھ رہی تھی۔! دفعتاً اس نے سوچا کہیں نہ ان کی گفتگو بھی سنی جائے۔!

کریٹش سرٹین سے آئی تھی۔۔۔ "پرندے" اس کا خاص موضوع تھا۔۔۔ "مگر زیادہ سے زیادہ پچیس سال رہی ہوگی۔۔۔ خوش شکل اور اسماٹھ تھی۔!

وہ ان کے پیچھے جا کر کڑی ہوتی۔۔۔ اس کا اندازہ تو پہلے ہی سے تھا۔ کہ دونوں انگریزی میں گفتگو کر رہے ہیں۔!

کالا آدمی کھلا ہوا نیگرو تھا۔ اور دوسرا جوان مقامی ہو سکتا تھا یا پھر ترک یا ایرانی۔!

نیگرو اس سے کہہ رہا تھا۔۔۔ "اب یہ تصویر دیکھو باس۔ اس کی جو پینٹ دیکھ کر مرانا ہی کی بات یاد آگئی۔"

"ہاں۔۔۔" جوان سر ہلکا کر بولا "اور اس کی دم پر بھی نظر ڈالو بالکل عفا"

سلام ہوتی ہے۔"

پھر وہ دوسری تصویر دیکھنے کے لئے بائیں جانب کھٹے۔ کریٹش بھی ان کے ساتھ ہی کھٹکتی تھی۔!

دفعتاً نیگرو نے "غضب برپا کیا باس" کہتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔!

"کیا ہوا۔۔۔" جوان آدمی کو کھلا کر اس کی طرف متوجہ کر دیا۔! کالا آدمی بڑی طرح کانپ رہا تھا۔!

"بب۔۔۔۔۔" باس جب تک سہرے پردوں والی تسلی سامنے نہ ہو۔۔۔ میں آنکھیں نہیں کھول سکوں گا۔۔۔ ہائے۔۔۔ تباہی۔۔۔ بربادی۔۔۔!"

"کیا بکا اس ہے۔"

"کھانا خیر برا۔!"

"دلخ۔۔۔ تو نہیں چل گیا۔"

"باس۔۔۔ یقین کر۔۔۔ کھلی ہوئی تباہی۔!"

"یہ کھانا خیر برا کیا ہے۔"

"انتہائی دلچسپ خاص پرندہ۔۔۔ تم بھی اپنی آنکھیں بند کر لو باس!"

"کتنی دیر کے تھے۔۔۔" جوان آدمی نے بڑی مصحوصیت سے پوچھا۔!

"جب تک کہ سہرے پردوں والی تسلی آنکھوں کے سامنے نہ ہو۔"

"یہاں۔۔۔ تسلی۔!" جوان آدمی نے بائیں ہاتھ انداز میں۔ چاروں طرف دیکھا۔!

کریٹش اس بات پر چکا کر رہ گئی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا

"آپ لوگوں کی زبردستی ہے۔ وہ بھی بے چاری لڑتی ہی ہے۔"
 "ہاں۔۔۔۔۔ جھگڑا نہ کرو۔۔۔۔۔ درنہ اپنے ساتھ نہیں لے جائیں گی؟"
 کالے آدمی نے گھسٹایا کر کہا۔

"تو چپ رہ۔۔۔۔۔ ایک علی مبارک ہے۔"
 کریشین ہنس پڑی۔

"ہاں کوئی بات کیجئے کہ تپتی پرندہ نہیں ہے؟" "اے ان خدی چوں کے سے
 انداز میں بولا۔

"بہت مشکل ہے یہ ثابت کرنا۔۔۔۔۔ کریشین بات ٹٹلنے کی کوشش
 کرنے لگی۔"

"تو پھر یہ نمائش ہی غلط ہے۔"

کریشین ہنستی رہی۔

"اد میں کسی غلط جگہ ٹھہرنے کا قائل نہیں۔ میں جا رہا ہوں۔"

"ہاں دم کو گھیر۔۔۔۔۔ تنہا چھوڑ کر نہ جاؤ۔"

"یہ تمہیں اپنے گھر لے جائیں گی۔" وہ دھڑک چکی ہیں لہذا میری موجودگی
 غیر ضروری ہے۔"

"ہاں خدا کے لئے" کالا آدمی رد انسا ہو گیا۔

لوہوان احمقانہ انداز میں ہنس کر بولا "یہ جتنا گھناؤنا ہے برا قسم کی چیزوں
 سے ڈرتا ہے اتنا ہی عورت سے بھی ڈرتا ہے۔"

"ہاں نہ جاؤ۔"

"آپ لوگ عجیب ہیں۔" کریشین بدستور ہلستی ہوئی بولی۔

"انکھوں پر سے ہاتھ ہٹا۔۔۔۔۔" "لوہوان نے کالے آدمی کے شانے پر ہاتھ رکھا

"مجھے صاف کر دو باس۔۔۔۔۔"

"میں کہتا ہوں۔۔۔۔۔ تماشہ نہ بن۔۔۔۔۔ ہاتھ ہٹا لے۔۔۔۔۔ آنکھیں بند رکھ؟"

"میں جلد ہی چل سکوں گی۔۔۔۔۔" کریشین بولی "میرا نام کریشین ہے۔ آپ
 اور حیل کرنا تو بیخ میں بیٹھیں۔۔۔۔۔"

"میں علی عمران ہوں۔۔۔۔۔ ادنیہ تالا لٹی جوزف۔۔۔۔۔ اچھی بات ہے۔۔۔۔۔
 بہت بہت شکریہ۔"

اس نے جوزف کا بازو پکڑا اور بوکھلائے ہوئے انداز میں اسے گھسٹتا ہوا
 لڑائی کی طرف بڑھنے لگا۔۔۔۔۔

لڑائی خالص آباد تھا۔ ہال کی مناسبت سے یہاں زیادہ ہی بمیئر
 تھی۔۔۔۔۔ خال خالی ہی کرسیاں ٹالی ٹھکر رہی تھی۔"

عمران نے دو کرسیاں منتخب کیں اور ایک پر جوزف کو بٹھاتا ہوا بڑبڑایا۔

"ایسے جب آنکھیں ہی نہیں ہیں تو کیا نمائش سو گئے؟" "ہاں ہے"

جوزف کہہ نہ بولا۔ آنکھیں بند کئے ہوئے کسی کی پشت سے ٹک گیا!

عورتوں پکوں اور مردوں کے ٹٹے جیسے شہر سے لڑائی گونج رہا تھا۔ کچھ

لوگ تصاویر کے حسن و قبح پر بحث کر رہے تھے۔ ان کے قریب ہی ایک

تین سالہ صاحبزادے والدہ عمرتہ کی گود میں بیٹھے ان کی ٹھوڑی کو ہاتھ لگا لگا
 کر گاہے تکتے۔

جان بن آستانہ تادو

محبت۔۔۔۔۔ محبت۔۔۔۔۔ محبت ہے کیا۔۔۔۔۔

پیشہ۔۔۔۔۔ پشہ۔۔۔۔۔ پشہ۔۔۔۔۔ وہ اسے تھڑک کر بولیں اور پھر اپنے

ساتھ والی خاتون سے گفتگو کرنے لگیں۔۔۔۔۔

”مگر اٹھ ہونے۔“

کار حرکت میں آگئی۔۔۔۔۔ پتہ نہیں کیوں کر لیٹیں کی خواہش تھی کہ وہ برقی رہے۔!

”کیا آپ لوگ خود بھی جینٹر میں۔“ اس نے اونچی آواز میں پوچھا۔

”نہیں مادام۔“ جوزف کرا۔

”کیا آپ مجھے اس پر غصے کے بارے میں وضاحت سے بتائیں گے؟“

”مادام آپ نے اس شخص پر غصے کو کہاں دیکھا تھا۔“

”اپنے یہاں کے ایک چڑیا گھر میں۔“

”وہ چڑیا گھر اب تنگ یقیناً تباہ ہو چکا ہو گا۔“

”ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔“

”تو اب ہو جائے گا مادام۔“ گھانچ میرا۔ تباہی کا لقیب ہے۔

وہ ہنس پڑی۔۔۔۔۔ اور جوزف بڑی ادا ترقی یافتہ لوگ ان باتوں کو سمجھتے

سمجھتے ہیں! لیکن کبھی کبھی ان کی آنکھیں کل ہی جاتی ہیں۔“

”اورہ معاف کرنا۔ اگر تمہارے جذبات کو غصے کی جگہ۔“

”کوئی بات نہیں مادام۔۔۔۔۔“ جوزف کو گریہ آواز میں بولا۔

پھر کر لیٹیں خاموش ہو گئی!

پتہ نہیں کیوں اب وہ سوچ رہی تھی کہ اس سے حماقت مرزد ہوئی ہے۔ نہ جانے یہ دونوں کون ہیں اور اس سے کس طرح پیش آئیں۔۔۔

اس ملک میں قدم رکھے ابھی ایک ہفتہ ہی ہوا ہے۔۔۔۔۔ پتہ نہیں یہاں کے لوگ حقیقتاً کیسے ہوں۔!

کچھ دیر بعد کارگر اٹھ ہونے کی کپڑاؤں میں داخل ہوئی۔

”اسے لے جائیے۔“ عمران نے کر لیٹیں کے نشے پکھا سیٹ کا۔
دردناک کھڑکتے ہوئے کہا۔

”اور آپ۔“ وہ نیچے اترتی ہوئی بولی۔

”میں گھانچ میرا کی بیماری میں مبتلا نہیں ہوں۔“

”لیکن۔۔۔۔۔ یہ تو آگھیں ہی نہیں کھڑکتے اور میں ان کا بازو پکڑ کر لے

نہیں جاسکتی۔“

عمران نے اگلی سیٹ کا دردناک کھول کر جوزف کو نیچے کھینچ لیا اور دانت میں
کر بلا لٹ چل۔ ساری زندگی میرے لئے مصیبت بن رہا ہے۔۔۔۔۔ تیرے

والدین تو کہیں عیش کر رہے ہوں گے۔“

”والدین کا نام نہ لو پاس۔“ جوزف ڈانٹتا ہوا بولا۔ ”آنکھیں کھلی ہر میں تو

روکر ہی جی کا باہر نکال لیتا۔۔۔۔۔“

”چل۔“ عمران نے اسے دھکا دیا اور اس کا بازو پکڑ کر چلتا رہا۔

اتفاق سے لفٹ میں ان تینوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔۔۔۔۔!

درد وہ بھی انہیں آنکھیں پھانک کر دیکھتا۔۔۔۔۔!

دوسری منزل کے گیارہویں کمرے کے سامنے رک کر کر لیٹیں نے دردناک

کے قتل میں کئی گھنٹا۔۔۔۔۔!

دردناک کھول کر اندر گئی تھی۔۔۔۔۔ اور کمرے میں روشنی کرنے کے بعد

ان سے اٹھانے کو کہا تھا۔!

یہ نہیں چھوٹے چھوٹے کردوں کا سیٹ تھا۔

”آپ لوگ بیٹھے۔۔۔۔۔ میں اپنا اہم لاتی ہوں۔۔۔۔۔ اور اس دلت چینی

کے لئے گرم گرم کافی ہی مناسب رہے گی۔“

وہاں ایک لاش تھی! ایک آدمی، فرش پر اترنا تھا۔ اور اس کی پشت پر ایک خنجر دسے تنگ پیرست تھا کسی نے ایسی جگہ تاج کر دیا کہ تاج کریشنی طور پر دل کو چید گیا ہوگا۔

ڈوسٹ کیس کھلے پڑے تھے اور ان کی چیزیں اور ہر ادھر بکھری ہوئی تھیں۔ کپڑے، کاغذات، کتابیں، جلد کا پیاں۔

عمران چند لمحے ساکت کھڑا رہا۔ پھر لاش کی طرف توجہ دینے کی بجائے جلد کا پیاں اٹھنے بیٹھے لگا۔

اور پھر شاید وہ اہم اس کے ہاتھ آگیا جس کا تذکرہ کریسٹین نے کیا تھا۔ بڑی تیزی سے اس کے درق الخمار با اور بالآخر سہری ستلی کی تصویر بھی مل گئی!

وہ پھر اسی کمرے میں پلٹ آیا۔ جہاں کریسٹین اور جوزف کو چھوڑ آیا تھا۔۔۔

اسے جس طرح چھوڑا تھا ویسے ہی ملی۔ جوزف آنکھیں بند کئے کسی پر تنہا بیٹھا تھا۔

ستلی والا صفحہ اس کے چہرے کے قریب لگا کر عمران آہستہ سے بولا۔

”کھول دے آنکھیں۔“

جوزف کے برٹوں پر پکی پاتی ہوئی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔

ستلی پر نظر پڑتے ہی ہاتھیں کھل گئیں۔

”بس خاموش بیٹھا رہ۔۔۔ میں ابھی آیا۔“ عمران نے کہا اور پھر اسی کمرے کی طرف جھپٹا چلا گیا جہاں لاش پڑی دیکھی تھی۔ جیب سے

عمران پیرزے

رومل نکال کر اہم کے کردہ کی صفائی کی اور اسے پھر وہیں ڈال کر واپس چلا آیا۔

جوزف حیرت سے آنکھیں پھاڑے کریسٹین کو گھورتے جا رہا تھا جس کی حالت میں اب بھی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔

”اسے کیا ہوا ہے باس۔“ اس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

گھٹا پر تیرا۔

”اب نام نہ واس منحوس کا۔“

”اٹھو۔“

جوزف نے کرسی چھوڑ دی، عمران نے کرسی کے ہتھے صاف کئے۔

اور اس کرسی کی بھی صفائی کر ڈالی جس پر غور بیٹھا تھا۔ جوزف اسے حیرت سے دیکھتا رہا۔ لیکن کچھ بولا نہیں۔

پھر عمران نے اسے دروازے کی طرف دھکیلا۔

”باس۔“ دو بجے چالی۔

”خاموشی سے نکال چلو۔“

وہ راہداری میں آئے۔ عمران دروازے کے دونوں ہینڈل صاف کرنا بھی نہیں بھولا تھا۔

کچھ دیر بعد ان کی گاڑی ایک پبلک ٹیلیفون بوٹھ کے قریب ٹکرائی۔

عمران جوزف کو گاڑی ہی میں چھوڑ کر اتر گیا!

فون پر صفحہ کے نمبر ڈائل کئے! وہ دوسری طرف موجود تھا۔

عمران نے اکیٹور کی آواز میں کہا: صفحہ گرانڈ ہوٹل کی دوسری منزل،

کے گیڈ ہریس کمرے میں سوئمنگ کی ایک آرگنٹ کریسٹین رہتی ہے۔

آج جب وہ فرما دے ال سے اپنے کمرے میں واپس آتی تو اسے وہاں ایک

"کیا چک ہے باس۔" جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔
عمران کچھ بولا۔ اس نے محسوس کیا کہ اگلے موڑ پر جا کر وہ گاڑی
بھیڑ کی ہے۔

اس نے نوٹ کر کر دیا وہ اسٹریٹنگ سنبھالا اور گاڑی کو آہستہ آہستہ
بیک کرتا ہوا ایک ایک ٹکی لایا۔

اس گلی سے اندر بھی اندر وہ اگلے موڑ تک پہنچ سکتا تھا۔ جہاں اس
کے انداز کے مطابق تعاقب کرنے والی گاڑی پارک کی گئی تھی۔
لیکن جب وہ وہاں پہنچا تو دور دراز تک کسی گاڑی کا پتہ نہیں
نکلا۔

"ہم کیا کرتے پھر رہے ہیں باس؟" جوزف نے پھر جابجائے کر پوچھا
"کچھ نہیں۔" شاید اب گھریسی جیسے ۷۷ عمران بڑ بڑایا۔
اس نے تعاقب کرنے والی گاڑی کے نمبر دہشت نشین کرتے تھے



دوسری صبح جوزف جگائے جسنے بھی پر اٹھا تھا۔

"کیا ہے۔" وہ سیدھاں کو پچھاڑ کھانے دوڑا۔

"باوا جیتے ہیں قہارے ڈرائیونگ روڑ میں؟"

"کیا کہتا۔"

جیل کر دیکھو۔"

"میں نہیں جانتا۔۔۔ کون ہائے۔۔۔۔۔ بولو؟"

"کیٹھی قیاض۔۔۔۔"

"باس کہاں ہے؟"

"باس کو تو وہ ڈکشنری میں تلاش کر رہا ہے۔"

جوزف نگڑیاں، اور جہاں لیتا ہوا اٹھ بیٹھا۔

پھر ڈرائیونگ روڈ تک پہنچنے میں اسے دس منٹ لگے تھے اور اس وقت
میں اس نے حرف و کلام کئے تھے۔ مگر پوچھنے دینے تھے اور حالیہ سیٹ ٹھہرنے
کا پورا ٹکاس پڑھا گیا تھا۔

قیاض کو اس نے فرقی انداز میں سلام کیا۔

"بیٹھے جاؤ۔" قیاض نے اسے نرم جیسے ہی علی بابا کے سامنے والی کرسی
کی طرف اشارہ کیا۔

جوزف نے بڑے سعادت مندانہ انداز میں تعمیل کی!

"عمران کہاں ہے؟"

"پتہ نہیں جتا۔۔۔۔۔ وہ مجھے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاتے؟"

"پچھلی رات میں نے تم دونوں کو پرندوں کی نمائش میں دیکھ لیا تھا۔"

"میں نے اپنی عمر میں اتنی اچھی نمائش نہیں دیکھی جتنا اب۔"

"لیکن تم نے اپنی آنکھیں کیوں بند کر لی تھیں؟"

"اوہ۔۔۔" اب جوزف کو حوش آیا۔۔۔۔۔ پچھلی رات وہ اور عمران

ایک ایسے حوش عودت کو اس کے حال پر چھوڑ آئے تھے۔ کہیں کوئی چکر نہ ہو۔؟

"تمہارے میری بات کا جواب نہیں دیا۔"

"کیا بات تھی جناب۔۔۔؟"

”سیمین! تب تمہاری موجودگی ضروری نہیں! عمران نے سیمان سے کہا اور وہ چپ چاپ اٹھ کر چلا گیا۔“
 ”ہاں۔۔۔ تو جوزف کی موجودگی کیوں ضروری ہے؟“ عمران نے اسے پوچھا۔

”پہلے رات تم دونوں پرندوں کی ناشتہ میں تھے۔“
 ”آہ۔۔۔ تو وہ سچی بات ہے تو؟“
 ”میری بات کا جواب دو۔۔۔“

”جی ہاں۔۔۔ ہم دونوں وہاں تھے۔۔۔ اور جوزف کو گھبراہٹ ہو گیا تھا۔“

”وہ۔۔۔ تو تم ہی دونوں تھے۔۔۔ فیاض کی آنکھیں پٹکنے لگیں! یار وہی ہو گئی۔۔۔ جیسی ناقص صورت آج تک میری نظر سے نہیں غوری۔۔۔ کیوں؟ کیا اس نے ہمارے خلاف کوئی جتن کرنا شروع کیا؟“
 ”کس صورت کا ذکر کر رہے ہو؟“

”عمران نے کہا کہ شروع کر دی ادا اس مقام پر پہنچ کر خاموش ہو گیا جب اس سے وہ گراں فروش کے لئے رہانہ بوائے تھے۔“
 ”خاموش کیوں ہو گئے۔“

”اس صورت کی بیوقوفی یاد کر کے پھر غصہ آ رہا ہے۔ وہ بھی سبزی بانی کی تصویر دکھانے سے غصے تھی۔۔۔“

”پھر کریں۔۔۔“

”بیٹھ گئی، ایک کرسی پر اور فراموشی سے گئی؟“

”یہاں تم غلط بیانی سے کام لے رہے ہو؟“

”خدا کی پناہ! کیا اس نے اس کے علاوہ کچھ بیان دیا ہے؟“
 ”عمران خواہ مخواہ اپنی گردن نہ پھٹاؤ۔۔۔ اس اعتراف کے بعد کہ تم کوسٹن کے ساتھ اس کے کمرے میں گئے تھے۔ کسی طرح نہ بچ سکو گے!“
 ”خدا کی قسم! بالکل بچ کر نکل آیا تھا! عمران نے بڑے جلد میں سے کہا۔“
 ”تو گراں فروش اعتراف ہے کہ وہ تمہاری موجودگی میں ہی بے ہوش ہو جاتا تھا؟“

”بے ہوش۔۔۔ عمران! کھلا کر کھڑا ہو گیا! بے ہوش۔۔۔ نہیں بچے گی۔۔۔ اعتراف کرو کہ وہ ایک لاش کو دیکھ کر بے ہوش ہو جاتا تھا!“

”کوسٹن فیاض! کہیں تمہیں بھی تو گھانا پنہاں نہیں ہو گیا؟“
 ”بہتیدار! فقیہ!۔۔۔ کوسٹن کے بیان نے تمہیں یہی طرح الجھا دیا ہے۔۔۔ میرے شک کے ایکسپٹ! انسائیکلو پیڈیا میں گھانا پنہاں ہو کر تلاش کر رہے ہو۔“

”اب تو۔۔۔ عمران جوزف کو گھنسا دکھا کر بولا تھا۔۔۔ تو خدا ہی سمجھے۔ اگر فیاض کے پر سے اٹھنے کوئی فائدہ ہے تو میرے والد صاحب کا کیا ہو گا۔“

”ابھی ان تک بات نہیں ہوئی؟“ فیاض عمران کو گھنسا ہوا بولا۔
 ”میرے بھائی پٹنے بھی موت دیتا۔ میں ان کے بڑھاپے میں گھانا پنہاں ہوا کی شمولیت ہرگز پسند نہ کروں گا۔“

”اب سیدھی ہی طرح بتاؤ کہ اس کے ساتھ جانے کے لئے یہ دورا کیا کرنا چاہیے؟“

برکین فیاض تمہیں غلام نہیں ہوئی جسے وہ میرے لئے لے گیا۔ یعنی جتنی اور یہ پیش کش اسی کی تھی کہ ہم اس کے ساتھ جا کر سہری ستی دیکھ سکتے ہیں۔

”میں یقین نہیں کر سکتا“

”تو پھر تم مجھے اس کے پاس سے پلو۔۔۔ میں دیکھوں گا کہ وہ کیوں کر انکار کرتی ہے؟ کیا تم اس کا بیان سنانے کی زحمت گوارا کرو گے؟“

”میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے؟ فیاض ٹھہری دیکھتا ہوا بلا۔“

”مجھے بھی ناشتہ کرنا ہے۔“

”تو تم نے لاش نہیں دیکھی تھی؟“

”کہاں دیکھتا لاش؟“

”وہ نہیں کروں گا سوٹ ہے۔ ایک کمرے میں دوش بھی تھرتا“

”میں اس کمرے سے آگے نہیں بڑھتا جہاں اس نے مجھ پر بھیاں اٹھائی“

”اور پھر ہم اپنے اندر چلی گئی تھی۔ فیاض نے سوال کیا۔“

”مجھے یاد نہیں۔۔۔ میں تو جوزف میں الجھا ہوا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ یہ

کسی طرح اس توہم کے حال سے نکل سکے۔ سہری ستی کے بغیر ہی اس کی آنکھیں کھلوانے کی کوشش کرنے لگا تھا۔۔۔ پھر جو مرگ دیکھا تو وہ کسی پر

موتی نظر آئی۔۔۔ میں نے قریب جا کر اسے آواز دی۔۔۔ جب وہ اس سے

سنے نہ ہوئی تو میں نے اسی میں غایت سمجھی کہ اس وقت ہی اندھے کا بازو پکڑ

کر خود منگواتا ہوا اس سے بھاگ نکلا۔ میں رہا ہے لافانی۔“

عمران خاموش ہو کر پیاز کھانے والے انداز میں جوزف کو نگاہ سے

لگا۔ پھر اس نے دیکھتے ہی مرقہ میں فیاض کو گھور کر پوچھا ”کیا اس نے

ہم پر کسی قسم کا زہم نہ لگایا ہے؟“

فیاض نے نفی میں سر ہٹا کر کہا، ”اس کے بیان کے مطابق وہ تمہیں سننگ روم میں چھوڑ کر، ہم بیٹے اندر گئی تھی، تمہیرے کمرے میں جہاں اس کو سناں۔ کھا تھا۔ ایک لاش نظر آئی۔“

”پھر کیا ہوا۔“

”وہ سننگ روم میں واپس آکر بے ہوش ہو گئی تھی۔“

”کس کی ہوش تھی۔“

”یہ تم مجھ سے زیادہ بہتر جان سکتے ہو۔“

”وہ کس نام کے تحت سو پر فیاض۔“

”مائنٹنگ گاہ سے روانگی سے قبل ہی تمہیں علم تھا کہ اس کے کمرے میں ایک لاش پڑی ہے؟“

”یہ نام تو اس میں ہے کہ میں اسے مفروضہ کہتے ہیں؟“

فیاض پھر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ عمران نے بانگ لگائی۔

”سیدیاں۔ ناشتہ۔“

”مفروضہ ناشتہ کرو۔۔۔ لیکن میں تمہیں ساتھ ہی لے کر جاؤں گا۔“

”دوپہر کے لئے کیا کچا یا ہے گھریہ۔۔۔ آجکل جینکا پلاؤ۔۔۔ میری طرف

تریں خفا ہے۔۔۔ عمران نے ہنسے حواس سے کہا۔

”کھنے جاؤ کیواس۔۔۔؟“ فیض نے جراسمانہ بنا کر دلا اور جوزف کی طرف

دیکھنے لگا۔۔۔ جوزف کی نظر سامنے والی دیوار پر جمی ہوئی تھی۔ کسی پر تنہا

بیٹھا تھا۔۔۔ دلوں کا تھلاؤ توڑی پرستے۔“

”یہ گھانچہ برا کیا جرتا ہے جوزف؟“ فیاض نے اسے مخاطب کیا۔

”اگر میری زبان سے کچھ نکل گیا تو مزید تباہی پھیلے گی“ جوزف نے اسی طرح سامنے دیکھتے ہوئے کہا۔

”ناشتے سے پہلے اگر کسی قسم کی تباہی تھیں تو میں تیرا سرازا دوں گا“ عمران نے اسے گھورنا دکھا کر بولا۔

سیمان میز پر ناشتہ لگا رہتا تھا۔۔۔

”او۔۔۔ غرور۔۔۔ اس کاب میں کیسے؟“ عمران اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے

”مٹن کھڑی۔۔۔ اور گھٹیاں کی کئی جوبیں قاشیں؟“

”ناشتے میں؟“ عمران نے حیرت سے انہیں پھاڑ دیں۔

”جی نہیں! پہلے آپ کھلی رات کا کھانا کھائیں گے۔ پھر ناشتہ کریں گے۔“

”اچھا۔ اچھا۔ اس شاید میں کبھی رات کا کھانا کون کر گیا تھا۔۔۔“

سیمان تو میرا بڑا خیال رکھتا ہے۔

”خیال نہ رکھوں تو خود مجھے تھکنا پڑے؟“

”اور تو خود نہیں کھاتا۔۔۔ مجھے کھادیتا ہے۔۔۔ خدا جیسے، اس کا نیک

اجروںے گا۔“

”او اگر آج آپ سے روپے دے دینے تو رات کے کھانے پر تان نک

سیلیریشن کے لئے تیار رہے گا“

”آرٹسٹک۔۔۔“ عمران خوش ہو کر بولا اور اپنی کرسی میز کے

قریب گھسیٹ لایا۔ اس نے جوزف کو شہرہ کیا تھا کہ وہاں سے اٹھ جائے۔

جوزف چلا گیا لیکن سیمان میز کے قریب ہی کھڑا رہا۔ فیاض نے اسے

گھمڑے ہوئے کہا ”تم بھی ماڈ۔۔۔ جب ضرورت ہو گی بلایا جائے گا۔“

”صاحب! میرے لئے حکم ہے کہ انہیں کھاتے دیکھ کر کھڑا خوش

ہوا کروں؟

”جاؤ۔۔۔۔۔ فیاض غرایا۔

اور عمران سر ہلا کر بولے۔ جاؤ۔۔۔۔۔ جاؤ۔۔۔۔۔ آج یہ ٹرس ہونا چاہیے

بہن۔“

سیمان چلا گیا۔

”تم بالکل جانوروں کی طرح زندگی بسر کر رہے ہو“ فیاض برا سامنے

بنکر بولا۔

”بسر کر رہا ہوں نا۔۔۔ کچھ لوگ تو کسی طرح بھی بسر نہیں کر پاتے ہیں

بھی تنگ آگیا ہوں۔۔۔۔۔ سمجھ رہا ہوں کہ کچھ لوگوں کا کاسٹ کاؤنٹنٹی

کا کورس کروں۔۔۔۔۔ دلچسپی پر برسوں پہلے کی مٹین لگاؤں گا۔

”کیوں کیا آج کل مجرموں کو ایک میل میں کر پاتے ت

د کہاں بھائی۔۔۔۔۔ اس پر نکلیں میں بھی اب کچھ نہیں رکھا۔ چلے

و ہم کا ذہن کسی بڑے آدمی کا لایا دانا دکھاتا ہے۔ اب نہیں چلے گی۔“

”کالینس کا خیال ہے کہ تم لوگوں نے اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کے

لئے گھانا پنچ برابرا پکڑا دیا تھا۔“

عمران نے ایسا منہ بنایا جیسے سق میں نوالہ انگ لگا ہو۔

”یہ ناشتہ کرنے دو چہین۔۔۔ وہ کچھ دیر لہو لہا کر پھلی رات سے

ٹاک میں دوسرے۔۔۔۔۔ اس وقت تو تم ہی مجھے گھانا پنچ برابرا معلوم ہو

رہے ہو۔۔۔۔۔“

”مفتوں۔۔۔ ایک سفارت خانے کا فرسٹ سیکرٹری تھا۔“

”کونسا مفتوں۔۔۔۔۔“

جس کی لاش کر سیں کے کسے میں پائی گئی ہے؟

”کیا کر سیں نے خود پورٹ کی تھی؟“

”نہیں۔۔۔ جس سے کہہ رہے ہیں بے برش ہی پائی تھی۔“

”تمہیں کس نے اطلاع دی تھی؟“

”گزشتہ روز کے فافو ڈیٹھوے۔“

”اُسے کیسے معلوم ہوا تھا؟“

”کسی نے اس سے قرن پر کہا تھا کہ دوسری منزل کے گیارہویں کمرے میں قتل ہو گیا ہے۔“

”اودھ کو ہر خیال کے مطابق۔۔۔۔۔ میں سے سی اس سے کہا ہو گا۔۔۔۔۔“

”نہیں۔۔۔۔۔ اس کے خیال کے مطابق وہ کوئی غیر ملکی تھا۔“

”عمران نے وہیل سائنس کی اڈا کالی اڈیلٹے لگا۔“

”پھر تم مجھ سے کیا چاہتے ہو۔“

”میں نہیں چاہتا تھا کہ تمہارا نام آئے یا نہ لیکن اس نے تم دونوں کے نام یاد رکھے تھے۔“

”اب یہاں تھوڑی سی عقل استعمال کرو۔۔۔ اگر گھپلی کی جوتی تو ہر اپنے صبح نام اسے کہیں تاسے۔“

”فیاض کسی سوچ میں پڑ گیا۔۔۔۔۔ پھر کچھ دیر بعد وہیل سائنس سے کہہ رہا

”تم اپنا پیچہ ڈکس طرح کر سکتے تھے؟“

”میرے بیان میں تبدیلی نہیں ہوگی۔۔۔۔۔ اودھ میرے بچاؤ کی ٹکڑ کر۔“

”میرا خیال مگر تم روپوش ہو جاؤ۔“

”جسٹ کون سوچ فیاض۔۔۔۔۔؟“

”چھپ کر تم بہتر طور پر کام کر سکتے تھے۔“

”تم نے شاید غور سے نہیں سنا کہ آج رات سیماں صرف ٹان ٹانک پٹیں

کر کے گا۔“

”کیا کہنا چاہتے ہو۔“

”یہاں کچھ کر کچھ کرنے کی بجائے دھندلے کی ٹکڑ کر دینا“

”میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔۔۔۔۔ کر سیں کے بیان کے مطابق تم قہرے

میں دھرے جا سکتے ہو۔“

”تین ٹکڑ کی ٹکڑے خوات ملے گی۔۔۔۔۔ اسے قانون کے لحاظ جلدی سے

میرے راز کا ذریعہ بن جاؤ۔۔۔۔۔ خدا تیری بھی سنے گا۔“

”میں کہہ رہا ہوں سیدھی سنی سے غور کرو اس مسئلے پر۔“

”بیک وقت دو کام نہیں کر سکتا۔ فی اعلاں مجھے ناشتہ کرینے دو۔“

”فیاض سگریٹ سلگنے لگا۔۔۔۔۔ عمران ناشتہ سے فارغ ہو کر کام کر رہی

پر جا لی۔۔۔۔۔؟“

”وہ تھا فیاض نے کہا شروع کیا کہ کر سیں کو اپنا سامان چاروں طرف بکھرا

ہوا تھا۔۔۔۔۔ دونوں سوٹ کہیں بگڑے تھے ایک ایک چیز نکال کر

پھینک دی گئی تھی!

”عمران کچھ نہ بولا۔“

”ارے تم ادھر کھڑے ہو۔۔۔۔۔“ فیاض ہنسنے لگا۔

”عمران جو کہ کر سیدھا ہو بیٹھا اور دیکھتا ہے ہونے، نماز میں بولا

”کیا بات ہے۔۔۔۔۔؟“

”اگر تم ہمیں سنا چاہتے تو جہنم میں جاؤ، فیاض اٹھتا ہوا جرات کچھ دیر بعد متعلقہ شخص کا کوئی آغیر نہیں یہاں سے بے جانے کا۔“

”تم شاید کمریوں کے موٹ کپڑوں کی بات کر رہے تھے! کیا کوئی چیز چوری چھپی گئی ہے۔“

صرف ایک اسکچ تک اس کی دانست میں وہ بہت تیزی سے۔

”ایک ہی جگہ کی قیمت ہو سکتی ہے۔“

”اپنی نوعیت کے اعتبار سے وہ میتی ہی تھی۔ اسے دراصل نائزاد اسکچو کہنا چاہیے۔“

کتابخانه

۴۴ میں نہیں سمجھا سکتا

”دنیا کے بسے بڑے آرٹسٹوں کے بنائے ہوئے دستخط شدہ ۷۷ کے اس میں
موجود تھے۔“

”اُلو۔۔۔ عمارت نے سیٹی بجانے کے لئے انداز میں جرنل سکڑنے والی سیٹی
سجھ میں گم ہو گیا۔ یاس اسے ایسی نغصوں سے دیکھ رہا تھا جیسے کسی تعبد سے
کا خطرہ۔۔۔۔۔ لیکن عمران نے پھر ادگھسا تروار کر دی۔

بعض نے اسے آزاد دی اور وہ انہیں کھول کر کسی معصوم بچے کی طرح مسکرایا۔۔۔۔

اب میں تم سے آخری سوس کرنا چاہتا ہوں۔۔۔ فیاضانہ گیس نکال کر دلا۔

”پچھلے ہی سوال کو خری سمجھ کر ہیں، ادنیٰ نے لگا تھا۔ بقول شیخ ستار۔“

فیاض نے اسے عجلہ پورا نہ کرنے دیا۔

آخری سوال اسی پر آپید حالات کا اعصار ہو گا۔ کیا تم کسی چیز میں

[illegible]

تقدیر کا چکر سر پر فیاض۔۔۔ لیکن میں کہاں کس چکر میں گیا تھا؟

تصویروں کی نمائش میں - ؟

”یقیناً وہ تقدیر ہی کا چکر تھا۔۔۔ لیکن تم اس کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو“

مقام نے مجھے بڑی دشواری میں ڈال دیا ہے :-

۱۔ سیر قیام میں تہ کی فکر مند ہے لگ رہے ہو۔

”تمہہ اگر کسی حکمران سے ملے تو تمہیں اس کو دینا نام نہ ملے گا جیسے تھا۔“

...میں کہہ کر میں تھا۔۔۔ نفی کرو جوزف کی شامت

میں نے اس کے لئے ایک نیا مکان بنوا دیا۔

وہ جہنم جہنم میں رہے۔

تو کہتا ہے کہ میں نے اس کو دیکھا ہے۔

”ہاں قطعی۔ مجھے لگتا تھا کہ یہ ہے اپنی دہائی کا کوئی پرندہ۔“

ووقت مجھے بخند اور ہی سہے۔ اسی سلسلے میری لسی بات

”پھر تم نے جو دف کے لئے سنہری تہی کیسے مہیا کی۔“

”شاید تمہیں بھی نیند آ رہی ہے سو پر قیاض۔“

”اچھا تو میں جہزف کو اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں۔۔۔“

-12-

...مذہبوں ہے۔۔۔۔۔ اس کی تکمیل میں تھیں۔۔۔۔۔ وہ تھیں کہ کبھی نہ

تھا۔۔۔ پھر ہی ہوتی ناگ کے پیچھے اتنی گنتی سوچیں نہیں کہ دھما۔۔۔ چھپ کر رہ گیا تھا۔۔۔

”تشریف رکھئے۔۔۔ جناب والا۔۔۔“ صعدہ کرسی سے نکت سو، لولا
عمران کا یہ ریڈی میڈ میک اپ اس کے علم میں تھا۔۔۔
”فالباب مجھے عہدہ شکر ہے، ذکر کے موسم کا حال شردع کر دیا
چاہیئے۔۔۔“ عمران نے اسی طرے بیٹھے ہوئے کہا کہ کرسی پر بھی نظر رکھ
سکے۔!

”ہف ردتھر۔۔۔“ صعدہ اس کی طرف جھک کر بہت سے لولا۔
”کیا دونوں ساتھ آئے تھے۔؟“

”نہیں۔۔۔“ ہف نے جواب دیا تھا۔!

”ہوں۔۔۔“

”آپ کے لئے کیا مشکوڑوں۔؟“

”کچھ بھی نہیں۔۔۔“

”کیا میکر ہے۔۔۔“ اس نے اپنے بیان میں آپ کا نام بھی بپ ہے اور یہ

گھاس فریج یہ رکھی ہے۔!

”مذکر بھاگ جاؤں گا اگر، اب تم نے یہ نام دہرایا۔!“

”کیا آپ پہلے ہی سے ان لوگوں کے چکر میں تھے۔۔۔“

”نہیں، غصے اتفاق ہے۔۔۔“ اُدھر سے گزرا تھا۔ حال ہوا چلو دیکھتے

ہیں۔۔۔“ جوزف ساتھ تھا۔۔۔“

”میرا خیال ہے کہ آپ کا یہ بیانیہ داخل نے بزرگ تیسرے کی ہوگا۔“

”کیا فرق پڑتا ہے۔۔۔“ با عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو جتیش دی

عمران میرے
کچھ دیر خاموش رہی پھر عمران بولا: ”عجیب بات ہے۔ کہ لیلیٰ نے اس لاش
کی شناخت نہیں کی تھی۔۔۔“ فرسٹ سیکورٹی اس کے لئے جہی تھا۔ اور اس
دکھت۔ اسی سفارت خانے کے ایک آفسیئر کے ساتھ جہاں چلی ہوئی ہے۔ اور
بھلی رات اسی آدمی کی کار میرے تعاقب میں رہی تھی۔!“

”اس وقت بھی یہ اسی گاڑی میں آیا ہے!“

عمران کچھ نہ بولا۔

رات کے آٹھ بجے تھے۔۔۔ ہال کی آبادی بڑھتی جا رہی تھی!

”میرا خیال ہے کہ یہ اٹھنے والے ہیں۔“ صعدہ بولا۔

”کر سٹین اپنا ڈینیٹی بیگ سمجھا رہی تھی۔۔۔“ پھر جہوں سے ہف مذکر کو
جس اٹھنے دیکھا۔۔۔“

جب وہ دونوں صعدہ دوازے سے نکل گئے تو عمران بھی اٹھا۔

”میں یہیں بیٹھوں۔“ صعدہ نے اس سے پرہیز کیا۔

”عجیب دل چاہے۔۔۔“ عمران کتب ہوا صعدہ دوازے کی طرف بڑھ گیا۔

کر سٹین اور سیف ردتھر گاڑی سے اتر کر جس عمارت میں داخل ہونے لگے۔
اس کی کپڑاؤں تاریک تھی گاڑی یہاں تک کے ماہری چھوڑ دی گئی تھی۔ اور
انہ اندھیرے ہی میں پھاٹک سے گزر کر دوش پر پہنچے تھے۔!
روش کے اختتام پر برآمدہ تھا۔ برآمدہ بھی تاریک تھا۔ ہف ردتھر نے
دھیرے ہی میں گھٹلی کا سوچ تلاش کر کے بلی درایا۔۔۔

کچھ دیر بعد دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ اور مددنی کالابہ سا مستطیل تار یکے بعد کے فرش پر پھیلتا چلا گیا تھا۔۔۔!

کریشین کس قد پس پیش کے ساتھ اندر داخل ہوئی۔۔۔! اس طویل دایلدی میں کئی غلب مددنی تھے۔۔۔ دروازہ کھولنے والا آگے بڑھ کر تھا۔

اندھیرے دھولوں میں بچے تھے۔!

وہ آدمی انہیں ایک بڑے کمرے میں لا کر جہاں تین آدمی پہلے سے موجود تھے! یہ تینوں بھی کسی مغربی ملک ہی سے تعلق رکھتے تھے۔!

انھوں نے کرسیوں سے اٹھ کر ان دھولوں کا استقبال کیا تھا۔!

انھیں کرسیوں پر پیش کی گئی۔!

کریشین کی اطمینان دہتی جارہی تھی۔!

آپ کیا مینا پس فرمائیں گی مائزین! ان میں سے ایک نے بڑی شائستگی سے پوچھا۔

”شکریہ۔! کچھ بھی نہیں؟“

آپ بوسو۔۔۔! اس نے ہف وڈر سے بھی پوچھا۔

ہف وڈر! ہاں منہ بنا کر بلا لاہ وقت ضائع نہ کرو میں بہت معروف آدمی ہوں۔

وہ تینوں کچھ عجیب سے انداز میں کریشین کو دیکھے جا رہے تھے خود اس سے بھی اسے غور سے کیا اور ہف وڈر کی طرف دیکھنے لگی، لیکن وہ اب کچھ ایسا بے تعلق سا نظر آ رہا تھا۔ جیسے اسے سچا تا تک نہ ہو۔!

خوف کی ہراس کے سلسلے جسم میں دوڑ گئی۔!

”ہاں تو مائزین!۔! ان تینوں میں سے کسی کو لا جو پہلے بولا تھا۔

کریشین اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔!

آپ کو اپنی ایک بچہ کا داپس لینا ہے۔!

”یقیناً۔! اس نے دیرینے کی کوشش کرتے ہوئے سخت پچھے میں کہا۔

”کیا وہ بہت قیمتی ہے۔!“

”یقیناً۔!“

اس کی کوئی خاص اہمیت ہے۔!

”کیوں نہیں۔! وہ ہماری خانہ دانی ایک بچہ تک ہے! میرا دادا آرگٹ تھا۔

میرا پاپ آرگٹ تھا۔ میں بھی آرگٹ ہوں لہذا اس میں میں آدولہ کے

بہت بڑے بڑے آرگٹوں کے آؤ گروڈا ایکچیز ہیں!“

”اندازاً اس کی کیا قیمت ہوگی۔!“

”تمہیں اس سے کیا سروکار۔! میں اسے واپس لینے آئی ہوں۔!“

”پچھلی رات وہ دزد آدمی جو آپ کے ساتھ گراؤڈ چوٹل آئے تھے کون تھے۔“

”یہ کیا تمہارا سوچا ہو رہی ہے یہاں۔! کریشین جھٹکا ہف وڈر کی طرف

مڑی۔ وہ دوسری طرف منہ کیے سگرت پی رہا تھا۔ کریشین کے مخاطب کرنے

بھی متوجہ نہ ہوا۔

کریشین کھڑی ہو گئی۔

اب ہف وڈر نے اس کی طرف دیکھا۔ اندھیکھے لانداز تعلق پروردگی

سے بھر پور تھا۔

”میں اس کا مطلب نہیں سمجھ سکتی؟ کریشین تیز ہو کر کہی۔

”مطلب یہی ہے کہ وہ دونوں کون تھے۔! ہف وڈر کا بھرپور مرد تھا!

”وہ تو میرے ساتھ قریب کی کیا ہے!“ کریشین نے کامیابی ہوئی اور اس پر کہا

کوئی کچھ نہ بولا۔ وہ یاچوں اُسے ہی ایسی غور و نظر سے دیکھنے لگا۔
 رہت تھے۔۔۔ جیسے کسی بھی لمحے میں اس کی نکابوئی کر دالیں گے۔
 میں نہیں جانتی وہ دونوں کون تھے آدم کچھ دیر بعد۔
 ناقابل یقین۔۔۔! ہف رد و جبرائیل۔

میں اسے ان کے بارے میں پوچھ کر بیان دیا تھا۔ اور وہ حرف بحرف
 سمجھ رہے تھے۔

۔۔۔ بے جا۔۔۔ دیکھیں جب تک سچی بات تمہاری زبان سے نہیں نکلے گی
 چھٹکارا مشکل ہے۔

تو پھر میری کسی طرح بھولے یقین نہیں دلا سکتی؟
 تم پر تشدد بھی کیا جاسکتا ہے!

آنکریں؟

”کچھ بات معلوم کرنے کے لئے“

میں اپنی ایک پیچک دالیں لینے آئی ہوں!

ہف رد و جبرائیل نے قہقہہ لگایا۔

”تم لوگ آؤ پاتھ کیا جو۔“

دنہا ہف رد و جبرائیل ہرگز اُسے غور و نظر سے دیکھنے لگا!

عمران لوگوں کی طرف دیکھ کر بولا۔ ایک پیچک بک دلو۔

ایک نے اپنے حریف کیس سے ایک بک دلائی نکالی، اور اُسے ہف رد و جبرائیل

کی طرف بڑھا دیا۔

کریشن کی آنکھوں میں چمک سی بھرائی اور وہ مسطربانہ انداز میں ہف رد و جبرائیل

کی طرف بڑھتی چلی گئی۔

پھر اس نے اسے لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا لیکن ہف رد و جبرائیل
 بیدار دی سے اس کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے کہا کہ تم اس کے۔۔۔ ایک پیچک کے
 بارے میں وضاحت سے بتاؤ گی۔
 وہ کسی قدر پیچھے ہٹ گئی تھی۔ اور ایک بار پھر اس کی آنکھوں سے خوف
 جھٹکتے نکلتا تھا۔

میر سے قریب آؤ۔ ہف رد و جبرائیل نے گھڑتا ہوا۔ اور وہ غیر ارادی
 طور پر اس کی طرف کھینچی چلی آئی۔

ہف رد و جبرائیل نے کچھ ورق اٹھنے کے بعد ایک تصویر کی طرف
 اشارہ کر کے پوچھا تھا کیا یہ ایک پیچک بھی کسی مشہور آرٹسٹ کا بنا ہوا
 ہے۔

ہاں۔۔۔ وہ مردہ سی آنکھوں میں تھی۔

آرٹسٹ کا نام۔

اس کے دستخط موجود ہیں۔

میں صاف پڑھ نہیں سکتا۔

مجھے۔۔۔ مجھے خود بھی نہیں معلوم۔

تم جھوٹی جو۔

وہ جیسے ہی اس کی شکل دیکھتی رہی۔

تب میں اس آرٹسٹ کا نام بتانا پڑے گا۔

اس میں کے بہتر ہے آرٹسٹوں کے نام میں نہ بتا سکوں گی۔ تو

میں نے اپنے باپ سے سنا تھا۔

پھر جھوٹ۔۔۔

یقین کرو۔ بتیروں کے دستہ میری جگہ میں بھی نہیں آئے۔ آخر
میں تمہیں کس طرح یقین دلاؤں گا؟
کچھ دیر کے لئے سناٹا چھایا رہا۔ ہف روبرو کی پیشانی پر پر شکلیں ابھر
آئی تھیں۔

وہ چاروں بھی خاموش تھے۔

وہ ایک بچہ کے صفحات الٹا پلٹا رہا۔ پھر ایک صفحہ پر اس کی رنگاہ
جم کر رہ گئی۔

یہ ایک پرندے کی تصویر تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی آرٹسٹ نے
فرصت کے لمحات میں پرہیزی الٹی سیدھی لکیریں کھینچے کھینچتے ان کے جھوٹے کر
کسی پرندے کی شکل دے دی ہو!

”اے دیکھو۔ اس پر کسی کے دستخط نہیں ہیں۔“ ہف روبرو نے
سراٹھا کر کہا۔

”ہاں، ایک تصویر ایسی بھی ہے؟“

”یکس نے بنائی ہے؟“

”میں نہیں جانتی۔“

”تم جانتی ہو انہیں بتاؤ پرشے گا؟“

”آخر یہ ہے کیا معصیت۔۔۔ میرے دماغ کی دگیں پھٹنے والی ہیں۔“

”محض اس بات پر تم موت کے گھاٹ بھی اتار سکتی ہو؟“

”آخر کیوں؟“

”تم اس تصویر کے بارے میں جو کہہ بھی جانتی ہو۔ ہر جہاز بتاؤ۔“

”آخر کی بتاؤ؟“

”کس نے بنائی تھی؟“

”میں کس طرح بتا سکتی ہوں جبکہ اس پر نام بھی موجود نہیں؟“

”پھر کون بتا سکے گا؟“

”میرے باپ کے علاوہ اور کون بھی شاید نہ بتا سکے! اور ان سے معلوم

کرنے کے لئے تمہیں اپنے جسم کی قید سے آزاد ہونا پڑے گا۔“

”اور۔۔۔ تو مر چکا ہے تمہارا باپ؟“

”کئی سال ہوئے۔“ لیکن میں نہیں سمجھ سکتی کہ اس کیچ بک کے لئے

آنا ہلکا ہو گیا؟

ہف روبرو کی زبان پر۔

دفعتاً گسی نے دروازہ کھولا۔

وہ سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے! آنے والے کے ہاتھ میں ریلوے

تھکا۔

”اچھے دم! تم میں سے کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے؟“

کر لیٹیں نے انہیں پکار کر اسے دیکھا۔ عجیب دروازہ سا چہرہ تھا۔

پھول ہوئی ناک کے نیچے اتنی گھٹی مگر نہیں تھیں کہ وہ نہ چھپ کر رہ

گیا تھا۔

”اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔“ وہ فرمایا۔

خینی انداز میں ان کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے! کر لیٹیں نے بھی ہاتھ اٹھا

دیتے تھے۔

”ہف روبرو! ایک بک فرش پر ڈال دو! آنے والے نے تمہارا

بے میں کہا۔

دیکھو! ہف دوبر کسی نکلنے کستے کی طرح غزایا
 "اس سنے کہیں بھی اس کے عجائبات کی سیر کرنا چاہتا ہوں۔ باتوں میں
 وقت ضائع نہ کرو۔ میں صرف دھمکی کے لئے ریوا اور استغناء نہیں کرتا۔
 "تم جو کون؟
 "ہف، روترا"

اس نے ایک بیک لٹش پر پھینک دی!
 "لاؤ۔" انورہو نے کریش کو مخاطب کیا "ایکچ بک اٹھا کر مہرے
 پاس لاؤ۔"

کریشن سمجھ جوتے، انداز میں آگے بڑھی اور ایک بک اٹھا کر اس کے قریب
 آئی۔ اس نے اس کے ہاتھ سے ایک بک جھینے جوتے کہا "خوشی سے۔ یہ پہلی
 جافو یہاں تمہاری رنگی غطریے میں ہے۔ میں تمہارا بعد رہوں گا
 وہ بک بکاکھڑی اسے دیکھتی رہی!"

"میرے مشورے پر عمل کرو۔ تمہاری موجودگی میں ان حضرات کی خاطر خواہ
 خدمت نہ کروں گا۔"

کریشن روترا نے کی طرف دھمکی۔
 "تم بچ کر نہیں نکل سکتے۔" بعد وہ جوتے آیا۔

"اس کی باتوں میں نہ ڈلاؤ۔ یہاں کوئی بھی نہیں ہے۔ تم اطمینان سے
 برآمدہ میں میرا نظارہ کر سکتی ہو! اجنبی ہلا۔"

کریشن ٹھکی مٹی آئی۔ جس راستے سے آئی تھی اسی راستے سے برآمدہ
 میں جا پہنچی۔ برآمدہ اب بھی تاریک تھا۔ وہ سوچ رہی تھی یہ دوسری
 مصیبت نازل ہوئی۔ ایک کے ہاتھ سے نکل کر دوسرے کے ہاتھ پڑی۔

دھتارے اس گاڑی کا خیال آیا جس پر وہ یہاں تک پہنچی تھی۔ لیکن نہ
 وہ نکل سکا۔ لیکن نہ دوسری نہیں کہ اس کی کئی انٹینشن ہی میں رہنے
 دی ہو! پھر بھی دیکھ بیٹے میں کیا حرج ہے! جو سکتا ہے وہ کئی لگانا
 ضرور کیا جو اکثر لوگ بھول جاتے ہیں۔!

وہ روش لے کر کے چھانک سے گزرتی ہوئی کار تک آئی۔ ڈیش بورڈ پر
 پتہ چھارہ دیکھا۔ کئی انٹینشن میں موجود نہیں تھی!
 یہ دھتارے سے ہوا یا کہ وہ پناہیگ دیں بھول آئی ہے وہ نہ نیل کٹر
 سناں کرتی۔ کٹر اس نے میل کٹر کے پچھلے حصے سے خود اپنی گاڑی
 اشارہ کی ہے۔

وہ کٹی بیگ میں اس کے کاغذات بھی تھے۔ وہ سوچے لگی اب کیا کرے
 پتہ نہیں واپس جانا اس کے حق میں اچھا ثابت ہو یا برا۔

لیکن کاغذات۔ ان کے بغیر تو وہ اس اجنبی دیں میں ایک قدم بھی
 نہ اٹھا سکتی۔

اور یہ بعد۔
 وہ غیر ارادی طور پر پھر برآمدہ کی طرف چل پڑی۔ بیڈل گمہ گمہ ہاؤس
 کھڑا۔ ماہادی پچھلے ہی کی طرح سفلان پڑی تھی۔ وہ اس کمرے کے قریب
 پہنچ کر ڈکی۔

یہاں تک آنے میں اس نے خاص احتیاط برتی تھی کہ اس کے قدموں
 کی آواز نہ پیدا ہو سکے۔!

دروازے سے کان لگا کر کھینے کی کوشش کرتی رہی۔ پھر قفل کے
 سوراخ سے آنکھ لگا دی۔!

اندھے برف تو جہاں چاروں میں سے ایک کے ہاتھ اس کی پشت پر باندھ رہا تھا۔ غالباً اس کے لئے اس نے اسی کے گلے سے ٹافی اٹا لی تھی۔ پھر اس نے اسے دوسرے کے گلے سے ٹافی کھولتے دیکھا۔ اسی طرح چاروں کے ہاتھ باندھ دیئے گئے۔

”اب تم ان کے فریب سے ہٹ جاؤ۔ خوفناک صورت دوسرے آدمی کی آواز آئی۔“

کریشٹن نے برف روبرو کے چہرے پر نفرت اور غصہ کی کشتی اُتار دیکھے وہ ان کے پاس سے ہٹ گیا تھا۔ ادھر اب دیوار اور دھلا اجنبی ان لوگوں کے پیچھے ہونے یا تھوکنے کا جائزہ لیتا ہوا نظر آیا۔ لیکن دیوار اور کارخ برف روبرو کی طرف تھا۔

وہ تھا اس نے دھکے دے کر ان چاروں کو فرش پر گرانا شروع کر دیا۔ ان دوران میں برف روبرو کو موقع مل گیا کہ وہ اس پر ٹوٹ پڑتا۔ کریشٹن کے انداز سے کہ مطلقاً اس نے بڑی جوشی کی چلائگ لٹائی تھی۔ لیکن اجنبی کہیں زیادہ پھر تڑپا ثابت ہوا۔ وہ نہ صرف اس حملے سے بچا تھا بلکہ پچھتے وقت اس کی ایک ٹانگ اس طرح چلی تھی کہ برف روبرو سامنے والی دیوار سے جا ٹکرایا تھا۔

وہ پھر پڑا۔ لیکن شاید اس کی آنکھوں نے اندھیرا آگیا تھا۔ قدم راکھڑا تے اندر وہ بھی ڈھیر ہو گیا۔ سنبھلنے کی کوشش میں اس کا سر ہی تو دیوار سے جا ٹکرایا تھا۔

وہ پھر نہ اٹھ سکا۔ اجنبی ایسے انداز میں ان مسحوں کو دیکھ رہا تھا جیسے کوئی کسان اپنے بھرے پرے کھلیان کو دیکھتا ہے۔

کریشٹن نے بیڈل گھما کر دروازہ کھولا۔ اوردہ چونک کر اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

”ہم۔۔۔ میرا ویٹلی بیگ۔“ اوردہ ہلکائی۔

”اب اسٹک سرحد دینی کیا۔“ اجنبی نے خوش ہو کر پوچھا۔

”تم لوگ پتہ نہیں کون ہو اور کیا چاہتے ہو۔“

”میں تو کچھ بھی نہیں چاہتا۔“ اٹھا ڈپٹا بیگ اوردہ ہر سو۔

وہ بیگ اٹھانے کے لئے تھکی اور اجنبی ان چاروں کو مخاطب کر کے بولا۔

”موت ہی نکال دو پچھے کی اگر تم لوگوں نے باہر نکلنے کی کوشش کی۔“

”تم کوئی بھی جو بچ نہ سکے گا۔“ ان چاروں میں سے ایک غزایا۔

”پچھلے سال ایک ٹھوڑی بھی یہی کہہ رہا تھا۔“ اجنبی لاپرواہی سے بولا اور پھر کچھ سوچنے لگا۔

اب اس کے ہاتھ میں دیوار نہیں تھا۔

کچھ دیر بعد وہ برف روبرو کی طرف بڑھا اور اس کے گلے سے ٹافی کھولتے لگا۔

”اندھیرا اسی ٹافی سے اس کے ہاتھ بھی پشت پر باندھ دیئے۔“

برف روبرو کی بے ہوشی دیکھ کر قائم تھی۔

”اب چلنا ہی چاہئے۔“ ان شریف آدمیوں کے آرام کا وقت ہے۔ کیوں؟

تم لوگوں نے سہارا نہ لکھنا تھا۔ لیکن ان میں سے اس نے ان چاروں کو مخاطب کر کے کہا اور کریشٹن کا بازو پکڑ کر نکلا چلا آیا۔

”ہم دانیسی کا سفر نوٹور سائیکل پر کریں گے۔“ اس نے کریشٹن سے کہا۔

”اب تم کہاں سے جاؤ گے مجھے۔“

”جہاں تم کہو گی۔“

”شرق کی چیز ہو گی۔“

”کیا تم نہیں جانتے کہ میں ایک آرٹسٹ ہوں؟“

”مجھے معلوم ہے۔ اور ایسی کچھ بات کے بارے میں بھی تمہاری ہی زبان

سے اسی عبارت میں کچھ سننا تھا۔“

”دنیا کے بہت لمبے لمبے آرٹسٹوں کے ایسی کچھ اس میں موجود ہیں آ

ہوں گے۔“ وہ گردن جھٹک کر لاپرواہی سے بولا۔ ”مجھے تو اس کی

فکر تھی کہ تم باہم لینے لگتی تھیں اور دلپس پر بے ہوش ہو گئی تھیں۔“

”تم کون ہو۔“ وہ ہلکا کر کھڑی ہو گئی!

”گھانچہ بھرا۔“

”کیا مطلب؟“

”کیا میں صدمت ہی سے گھانچہ بھرا نہیں لگ رہا۔ یہ پھولی ہوئی تاک

الہیہ ہو گئیں! اس نے اپنی ناک پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا اور پھر حلقہ بٹایا

تو نہ وہ ناک تھی اور نہ وہ ہونچھیں۔“

”نہت۔ تم۔ وہ۔ عمران۔“

”تم نے مجھ سے مذاق کیوں کیا تھا۔ تم اندازہ نہیں کر سکتیں کہ اس

عقل کے اندھے کو کس طرح دوسری منزل سے نیچے اتارا تھا اور پھر ساری

رات اس فکر میں گزری تھی کہ اگر صبح سنہری تلی دستیاب نہ ہو سکی تو کیا

ہو گا۔ کیا میں ساری زندگی اس اندھے کی لالچی بنا رہوں گا؟

وہ خاموش کھڑی رہی۔

”بیٹھے جاؤ۔ بیٹھے جاؤ۔“ عمران ہاتھ ہٹا کر بولا۔

”تو نے ہوش نہیں دیکھی تھی۔“

”لاش دیکھ کر ہی تو صبا گنگنا تھا۔“

”وہ سب کیا تھا، مجھے بتاؤ۔“ وہ سامنے کرسی پر بیٹھتی ہوئی بولی

”میں کیا بتا سکتا ہوں؟“

”پولیس کو اطلاع دینے بغیر میں اس قہر سے باہر نہیں جاسکتی! حالانکہ

میں سے تو ششدر کو بھی علم نہیں تھا کہ میری عدم موجودگی میں میرے کمرے

میں کیا ہو رہا ہے۔“

”بہر حال آتنائیس بھی جانتا ہوں کہ جس سفارت خانے کے فرسٹ سیکرٹری

نہ ہوش تہا سب کمرے میں ملی تھی اسی سفارت خانے کا ایک آنفیسر

خفا رہ رہ رہا ہے!“

”نہیں۔“

”اے! اور وہ تم سے اس ایسی کچھ بات کے بارے میں پوچھ رہا تھا؟“

”میں بڑی مذہبیت میں مبتلا ہوں عمران!“

”اے! واقعہ میں بھی میری دیکھ رہا ہوں! پولیس خدو میراثان کو سنے گی وہ

سب بات نہیں کرے گی کہ ایک ایسی کچھ بات کے بارے میں سارا ہنگامہ ہوا ہے۔“

وہ کچھ نہ بولی۔ عمران خاموش ہو گیا تھا۔ نہ صرف خاموش ہو گیا تھا

بلکہ چہرے پر بچھائی ہوئی حماقت کچھ اند گہری ہو گئی تھی۔

”دیکھو۔“ وہ دستاویز غنڈی سامنے سے کر بولی۔ ”میں نہیں کہوں اس

خود ناک میک اپ میں بھی میں تم سے خوفزدہ نہیں تھی! اور اس وقت

بھی خوفزدہ نہیں ہوں۔ کچھ ایسا محسوس ہوا ہے جیسے میں تم پر اعتقاد کر

سکتی ہوں۔“

”عورتوں کے علاوہ اور آج تک کسی نے بھی مجھ پر اعتقاد نہیں کیا۔ کیا

میر کے چہرے پر کسی قسم کا عورت بن پایا ہے۔

”یہ میں نہیں جانتی لیکن تمہارے ساتھ رہ کر نہ جلتے کیوں خود کو غوطہ بخور رہی ہوں؟“

”چونکہ تم عمران حبیب سے چونکہ گلا پیکیٹ نکال کر اسے پیش کرتا ہوا ہوا۔“

اس نے حیرت سے اسے دیکھا لیکن کچھ نہ بولی۔ چپ چاپ چہرہ نگاہ کیکیٹ اس کی تھیلی سے اٹھا لیا۔

”تم یہ مت سمجھنا کہ میں تمہیں میریت میں چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔ عمران نے احمقانہ انداز میں ہنس کر کہا نہ اگر یہ بات ہوتی تو میں اس دن اچانک وہاں کیسے آسکتا۔“

”پھر تم نے کیا کیا تھا؟ اگر لیکن نے بالکل ایسے ہی پیسے میں پونچھا جیسے کسی نئے ستے کے کو پیسلا کر اس سے کچھ معلوم کرنا چاہتی ہو۔“

”جب ہم دونوں دوسری منزل سے اتر کر جہانگے تو کچھ دور جا کر غموس ہو کر کوئی گاڑی ہمارا اتفاق کر رہی ہے میں بڑی الجھن میں پڑ گیا تھا۔ وہ مرد وہاں اٹھنا چاہتا تھا۔“

”کیا پتہ ہے اس نے آنکھیں نہیں کھولیں تھیں؟“

”نہیں۔ وہ میرے شے درد سے۔ ہر حال میں نہ اس گاڑی کو صرف ڈیڑھ دینا شروع کیا بلکہ ایک بار اس سے پیچھا چھڑانے میں بھی لگا پڑ گیا۔ اور اسی جہانگ وہڑ میں اس کے نمبر بھی نوٹ کر لئے۔ پھر اس کے بعد پتہ لگانا ایک مشکل تھا کہ گاڑی کسی کی ہو سکتی ہے۔ میرا ایک دوست ٹریفک سٹر جنٹ ہے اس نے سٹر جنٹ آفس سے پتہ لگوا دیا تھا۔“

”لیکن شہر وہ وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ان لوگوں نے تم دونوں کے بارے میں ایسے انداز میں پوچھا تھا جیسے تم سے اچھی طرح واقف ہوں۔ بلکہ وہ تو کہہ رہے تھے کہ میں دیدہ و دانستہ لوگوں کو اپنے ساتھ لے گئی تھی۔“

”جو سکتا ہے جانتے ہوں۔ وہ مرد وہاں پہاڑ مجھے سارے شہر میں تماشا بناتے پھرتا ہے۔ اب دیکھو رات ہی اس نے کیسا جلوس نکالا تھا میرا۔“

”وہ آخر چہ کون؟“

”میر احمد۔ بس گلے پڑ گیا ہے۔ یہ سمجھ کر کہ باقی پالا ہے میں نے چھ لوگوں کو ساتھ لیا کہ کوئی پڑتی میں اس کے لئے۔“

”تو کیوں کرتے ہو؟“

”آج تک سمجھ ہی میں نہیں سکا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔“

”تو تم یہاں کے کوئی بٹہ نہ لے کر نہیں ہو۔“ جاگیر دار جو باغیچہ لڑاؤں میں نے یہاں کے نوابوں اور جاگیرداروں کی دولت مند کی بہت لڑتے پڑے میں۔“

”پولیس سمجھ لو؟“

”لیکن میں نے پولیس کو بیان دیتے وقت تم لوگوں کا تذکرہ بھی کیا تھا۔“

”اس کی مجھے کیا پروا ہو سکتی ہے۔ پتہ نہیں مجھ جیسے کتنے نوابزادے یہاں ماسے ہلے پھرتے ہیں۔ پولیس کس کس کے پیچھے جانے لگی۔“

”تمہارا اثر ہو گا پولیس پر۔ میرا دعویٰ ہے کہ وہ پولیس آفیسر تھا جسے ہم پر ہونکا تھا۔ ادا اپنے ساتھیوں کو مٹی خیز لڑوں سے دیکھتے لگا تھا۔“

پھر اس نے خود ہی تمہارا حلیہ دہرانا شروع کیا خدا میں اُن اُن کرتی رہی تھی نہ صرف تمہارا بلکہ اُس نیگہ کا حلیہ بھی۔

”پریس داؤں سے میرے بڑے، ممکنہ تعلقات ہیں۔“

”لیکن تم تو احمق نہیں معلوم ہوتے۔“

”شکریہ، کسی سے اپنے بارے میں یہ رسنے میں کچھ ایسا عسوس ہوتا ہے جیسے اسی وقت دیکھ رہا ہوں۔“

”کی مطلب؟“

”پچھن سے اپنے بارے میں یہی سنا چلا آ رہوں کہ پر سے دبے کا احمق ہوں۔“

”کرتی احمق اس طرح کسی کی جان نہیں بچا سکتا جیسے تم نے اس وقت

میری بچائی ہے۔“

”خیر چھوڑو۔“ اُمران شرمناک بولا کہ شرم آتی ہے اپنی تعریفیں سن کر۔

”اب میرا کی ہوگا۔“

”گمانہ ہوئی کی طرف رخ بھی دیکھنا۔“

”پھر پریس میری تلاش میں نکل کھڑی ہوگی۔“

”پرواہ مت کرو۔ کیا تم رات کا کھانا کھا چکی ہو۔“

”نہیں۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔“

”اب نہیں دو دنوں مل کر کھانا تیار کریں گے۔ یہ جگہ میری آدامس کا ہوں میں سے ایک ہے۔“

”وہ تو سب ٹھیک ہے۔ ال۔ لیکن۔“

”لیکن کیا۔“

”میری ایک ہی بک مجھے داپس کر دو۔ اس کے بغیر میں اپنا مشن پورا نہ کر سکتا ہوں۔“

”ایک ہی بک کہیں بھائی نہیں مانتی۔ مجھے اس صحف اسی حد تک پڑی ہے کہ اس کی وجہ سے ایک نسل ہوا ہے۔“

”میری بھجیں نہیں آتا کہ اس کی وجہ سے قتل کیوں ہو سکتا ہے؟“

”جب تک کہ مجھے اس کی اہمیت اور تمہارے متن کا سم نہ ہو میں کس طرح سمجھا سکوں گا۔“

”ابھی بات ہے۔ میں تمہیں بتا دوں گی۔ لیکن پہلے کچھ کھانا چاہیئے۔“

”جو ک سے طبیعت ٹھکانا ہو رہی ہے۔“

”بف رو جو کہ برش آیا تو اس نے اپنے ہاتھ بھی پشت پر بندھے ہوئے دے اور ان چاروں کو اپنے ہاتھ کھول بیٹھے کی وجہ یہ میں معروف دیکھا۔“

”تم سب گھسے ہو۔ وہ حلق پھلا کر دیا۔“

”واقعی گھسے میں۔ ہم باپنچوں۔“

”تمہارا۔“ ہف دیکھ کر ہلا۔

”اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ ہمیں یہاں سے نکلنا چاہیئے آیت نہیں یہ

کون تھا۔“

”دروازہ مقفل کیوں نہیں کیا گیا تھا۔ بف رو جو غرا آیا

”تم سے ہی کیوں نہیں خیال رکھتا“

”میں کہتا ہوں خاموش رہو“

”لیکن وہ ہمیں اس طرح باندھ کر کیوں ڈال گیا ہے؟“

”میں نہیں جانتا، ہفت روزہ ریزہ می سے بولا۔“

”وہ اس کے بھی لگے تھے؟“

”میرا دل نہ کھڑا، ہفت روزہ کی آواز لیت ہو گئی تھی“

”کیا جو اس کی داپسی کے انتظار میں پڑے رہیں گے؟“

”اسے داپس آنے کی کیا ضرورت ہے۔ لیکن ہم کسی تصویر یا رنگ کے

وجود سے لاعلم رہے ہیں“

”آخر اس کیسے ایک میں کیا ہے روزہ؟“

”میں نہیں جانتا۔ وہ مذاک کا سچو تو نہیں آتا چاہتا رک کی سامنے اس

لئے ایک بیک تھوڑوں کے حوالے کر دی تھی“

”آخر تم نے وہ کیسے ایک اس کے حوالے کر دی؟ ان میں سے ایک سنے

ظفر پہلے میں کہا۔“

”بیٹے۔ اس سے کہو کہ خاموش رہو۔“

”سنو تو رزہ۔ جب اسے یہ معلوم ہو گا کہ ایک بیک ہم سے کسی جیب کترے

لے اٹھائی تو۔“

”خاموش رہو۔ خاموش رہو۔ میں جلد ہی کچ کرنا چاہیے۔“

”وہ پھر اٹھ بیٹھنے کی کوشش کرنے لگے۔“

”اتنے میں رابڈی سے بھاری بھاری قدموں کی آواز آئی اور وہ

ایک دم ساکت ہو گئے!“

پھر اس نے میڈل گھما کر دلاؤ کھولا۔ اٹھ اٹھ آگیا۔

”ایک پورے شاؤں دلاؤ کو تھڑی آدمی تھا۔ طور پر بھاری تھی، اور

ہوٹ اتنے چلتے تھے کہ کوئی تاک کے نیچے صرف ایک گیر سی معلوم ہوتی تھی

بہمیں بھاری تھیں اور غیر معمولی طویل گھنٹی تھوڑوں کے نیچے بڑی ہیبت ناک

لگ رہی تھیں۔ یہ کی بات ہے پناہ قوت کی غمازی کر رہی تھی۔ ورنہ اسے

کے قریب ہی سب کر اس سے روکے میں بہت۔ یہ کاسوہ ہی ہے۔“

کوئی کچھ نہ بولا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے انھیں سانپ سونگھ گیا ہو۔

”تھوڑا۔ وہ پیر پیر کر دیا۔“

جب اس پر بھی ان میں حرکت نہ ہوئی تو آگے بڑھا اور ایک ایک کی

گردن پکڑ کر سیدھا کھڑا کر دیا۔

”تھاؤ۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟ وہ پھر گرھا۔“

”ہم نہیں جانتے وہ کون تھا؟ ہفت روزہ مردہ سی آواز میں بولا۔“

”کون؟“

”میں زمین کو سید لایا تھا، وہ ایک بیک دکھا کر اس سے سوالات کر رہی

رہا تھا کہ آپ کب وہ گیا؟“

”وہ کون؟ سو کر کے بچے۔“

”میں نہیں جانتا۔ اس سے پہلے کسی نہیں دیکھا تھا۔“

”کب تھا؟“

”کچھ عجیب سی شکل تھی۔ پھولی ہوئی بدنما ناک کے نیچے تھنی ہونٹیں

تھیں کہ دباؤ چھپ گیا تھا۔“

”وہ کوئی مفاتی آدمی۔“

”یاں مقامی ہی معلوم ہوتا تھا۔“

”یقیناً وہ تمہارے ہی چھپے ہوئے ہو گئے ہوں کہ یہاں تک پہنچا ہو گا۔“

”یہ بتہ نہیں۔“

”پتہ نہیں۔ اتنے دنوں میں کہ ڈسٹرکٹ ہوئے اس نذرہ
تھیں ہف رڈ جسکے منہ پر رسید کیا کہ وہ پھر فرش پر روٹ گیا۔“

اس کی ناک سے خون کی دھار بہنے لگی تھی۔

اب وہ ان چاروں کی طرف متوجہ ہوا۔ چند لمحوں میں گھورتا ہوا پھر

سر دیلمے میں بولا: ”کیا وہ تنہا تھا۔“

”تنہا تھا۔ ان میں سے ایک نے پھنسی پھنسی آواز میں جواب دیا۔“

”تنہا آدمی تمہا پہنچوں کو اس طرح بے بس کر گیا۔ کیوں؟“

”کوئی کچھ نہ بولا۔“

”ایک ہی ایک کہاں ہے؟ وہ سنی پھاڑ کر ڈھڑا۔“

”وہ ایک ہی ایک سے گیا۔ ہف رڈ پر بھی اسی کے سے انداز میں چپ کر بولا۔“

”اور کریٹین کو بھی ملے گیا۔“

”کتے۔“ اس نے بڑھ کر اس کے سر پر ایک نذرہ ڈھک کر رسید کی پھر

ہف رڈ پر کسی مرنے ہوئے جھینے کی طرح ڈکا کر خاموش ہو گیا تھا۔

گزناہ گرون کوئی کسی غفلتک بھیڑیے کی طرح ہانپتا رہا پھر چپ چاپ

کمرے سے باہر چلا گیا۔

وہ چاروں اب ہف رڈ پر کی طرف دیکھ رہے تھے جو غائب دوبارہ

بے ہوش ہو گیا تھا۔

اس کے بعد وہ خاموشی سے ایک دوسرے کی شکل دیکھتے رہے تھے!

دروازہ پھر کھلا اور جی آدمی اندر آیا۔ اس بار وہ غائب تھا نہیں تھا۔

بلکہ پوٹے میں والی ایک بڑی سی کلماری سنکھاں رکھی تھی!

”اس ہیئت کلماری میں دیکھ کر وہ چاروں ہڈیاں اندر میں چھینے لگے!

”تم میں سے کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔“

”نہیں۔ نہیں۔“ وہ بیک وقت گھکیا۔

”یہیں وہ ایک کے شانے پر کلماری سے وار کر چکا تھا۔ اس کی گردن

کٹ کر بائیں شانے پر چھوٹ گئی۔ بڑی خوفناک ترخراہٹ کے ساتھ کٹی

موتی گردن سے خون کا زورہ چھوٹا تھا۔

پھر وہ سب بے بسی سے چپکے اور یکے بعد دیگرے قتل ہوئے رہے۔

آخر میں اس سب سے پہلے ہوش ہف رڈ پر بھی دھکیا اور وہ بھی

چپ چاپتے ختم ہو گیا۔

میز پر ابٹے ہوئے مٹر کے دالوں اور لٹوں کے خاچینے کے ساتھ ہی

باسی روٹی کے بھرے ٹوسٹ بھی موجود تھے۔

”ایسے ہی کھانے سے بدن میں جان آتی ہے! عمران کریٹین سے کہہ

را تھا۔“

”بھوک میں ہر چیز اچھی لگتی ہے۔ تمہارے اور کیا مشاغل ہیں کریٹین

نے پوچھا۔

”مثقل؟ ہاں۔“ مثقل شریف آدمیوں کے ہونے ہوں گے۔ ہم جیسوں کو مثال کی فرصت کہاں؟

”آخر کچھ نہ کچھ ڈاکو تے ہو گئے؟“

”اسے پھر دے۔ یہ بتاؤ کہ ان بیاخوں میں سے کوئی بھی تمہیں سونڈس معلوم ہوا تھا یا نہیں؟“

”میرا خیال ہے کہ ان میں سے ایک بھی میرا ہم وطن نہیں تھا۔“
”تو اس کا یہ مطلب ہو کہ جس نے تم سے فوٹو لے لیا تو اس کی آگاہی ہو گئی۔“

”وہ کچھ نہ بولی۔“ خاموشی سے اپنے ہونے مڑھلنے سے آہستہ آہستہ۔

”اچھی بات ہے۔ اسے بھی پھر دے۔“ عمران کچھ دیر بعد بولا۔

”یہ بتاؤ۔ کبھی تمہارے ملک میں بھی کسی نے اس ایسکے بک کے لئے جے جینی ظاہر کی تھی؟“

”کبھی نہیں۔“ وہاں میں بڑے سکون سے زندگی بسر کرتی۔ یہ ہوں؟
وہ پھر کچھ دیر خاموشی سے کھتا رہا۔

عمران کو شش کر رہا تھا کہ وہ خود ہی آہستہ آہستہ ایسکے بک کی اصل کہانی اگل دے۔

”وہ بتاؤ کہ جو بک پڑا اور اس طرح اگلنے لگا جیسے کسی قسم کی آواز سن رہا ہو۔“

”کیا بات ہے؟“ کریشن نے پوچھا۔ لیکن اسے جواب دینے کی بجائے عمران نے فوراً کریشن کی طرف دیکھا دیا۔

”لگ۔“ کیا؟

”خاموش بیٹھی رہو۔“ عمران آہستہ سے بولا۔

اور پھر وہ آواز سوچ بگوئی اور یہ کسی ملاؤ بوند کی آواز ہو سکتی تھی۔

”تسلیہ کوئی کتا بھڑی تلاش میں سرگرداں ہے؟“ عمران بولا۔

”کب اسطے؟“

”ادہ۔“ ”وہ ہماری راہ پر لگ گیا ہے۔“ آواز آہستہ آہستہ قریب آتی جا رہی ہے۔

”پھر کب ہو گا؟“

”جہاں ہو۔“ وہ بیٹھی رہی۔ میں دیکھ لوں گا۔

”وہاں جہاں وہ مکان کی چھت پر جا بیٹھا۔“ کتا اب مکان کے قریب ہی کھڑا کھوکھرا رہا تھا۔ اور اس کے ساتھ ایک انسانی ہیڈ بھی نظر آیا، اس نے مکان پر ٹاسپرج کی روشنی ڈالی تھی! عمران نے بڑی پھر تھی سے خود کو روشنی کی دھند سے بچایا۔

اس کے بعد ہی دروازہ پھٹنے کی آواز سنائی دی تھی! عمران دوبارہ نیسے بیٹھا۔ کریشن بڑی طرح سہمی ہوئی تھی!

”وقت باہر سے گزرتا ہے۔“

”دروازہ کھولو۔“ ”وہ دیا جائے گا۔“

”تمہیں اسی طرح خاموش بیٹھی رہنا ہے۔“ وہ آہستہ سے بولا۔ اور پھر کمرے سے نکل کر پچھلے دروازے پر بیٹھا۔ بنا ہتھکی دروازہ کھول کر مکان کی پشت پر

نکل آیا۔ اور اب وہ زمین پر بیٹھے کسے بل لیٹ کر آہستہ آہستہ ریگستا ہوا صدر دروازے کی طرف جا رہا تھا۔

”کتے کی دھند لی پر چھائی تو اسے نظر آئی لیکن دروازہ پھٹنے والا نہ دکھائی

دبا پھر غصہ ہی کا تھا ضد یہی تھا کہ وہ سائنس رنگے جوٹے دیا اور سے گئے
 ناز کر جیتا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اگر پہل بھر کے تے بھی چوکا جوتا توڑتے تے
 اس پر پھینک لگا دی جوتی۔

وہ گولی کھا کر پھیلائی تھا کہ گردن تے دوسرا، غائر بھی کر دیا۔ اس کی آواز
 چینی بڑی بھیاں لگتی تھی۔

عمران نے دوسرے ہی لمحے میں بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنیں
 بیکان بھاگنے والے کو نہ دیکھ سکا۔

پھر ذرا ہی سی دیر میں پہلے کا سامنا جلدی ہو گیا۔

اب وہ دوبارہ رنگتا ہوا مکان کے عقبی حصے کی طرف دایس جا رہا تھا۔
 کرلین بھی جوتی حالت میں تھی۔

”وہ سب کیا تھا؟ اس نے گولی چھٹی سی آواز میں پوچھا۔

”تیرا خیال ہے کہ ہم یہاں محفوظ نہیں ہیں؟“

”تو چھرا ب کیا ہو گا؟“

”میں تمہاری حفاظت کی ذمہ داری لے چکا ہوں؟“

”میرے خدایا کیا کروں۔ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ان حالات سے
 گونا پڑے گا؟“

”پر وہ مدت کد۔ میں ابھی آیا تھا۔“

ایک بار پھر وہ پہلے ہی کی طرح عقبی راستے سے اسی طرح جا رہا تھا۔
 گتے کی فاش کے قریب پہنچ کر وہ اس کی گردن ٹوٹنے لگا اور ایک آسودہ
 سی طویل سانس لی۔

اب وہ اس کے گتے سے پڑے گھول رہا تھا۔

پھر میں منٹ کے اندر ہی اندر وہ دباؤ سے نکل کھڑے ہوئے۔
 مڑا سائیکل جہاں چھوڑی گئی تھی وہیں تھی۔

مقررہ دباؤ شروع ہو چکا تھا۔ کرلین خاموش تھی۔ سوچتے سوچتے
 اس کا ذہن خشک گیا تھا وہ ایسا غصوں کر رہی تھی۔ جیسے اس کا جسم ہلکا ہو کر
 نفا میں اٹا جا رہا ہو۔

شوک سفاک تھی اور مڑا سائیکل تیز رفتاری کے رینکار ڈکڑ رہی
 تھی۔!

صلحہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے ان پانچوں لاشوں کو گھڑے جا رہا
 تھا۔ ان میں اسے ہف روبر بھی نظر آیا۔ کیا یہ خود عمران کی حرکت ہے؟ اس
 کے ذہن میں اُبھرا۔ نہیں۔! وہ ایسا نہیں کر سکتا؟ ذہن ہی نے جواب دیا۔
 قتل ہونے والوں کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔ یہ عمران کا کام نہیں
 ہو سکتا۔ ہرگز نہیں۔

عمران ہی نے صند کو فون پر ہدایت دی تھی کہ وہ اس عمارت کی
 نگرانی کرے۔ اگر غصوں کرے کہ عمارت خالی ہے تو کسی طرح اندر جا کر اس کی
 تصدیق کرے۔

تو اس طرح وہ عمارت کے اندر پہنچا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ عمارت سے باہر آ گیا۔ عمران نے دوبارہ رابطہ قائم

کرنے کے لئے اس کو فون نمبر دینے تھے۔

شہر واپس آکر اس نے اسی پر عمران سے رابطہ قائم کیا۔ ادھر سے رپورٹ دی۔

”کیا خیال ہے تمہارا؟ دوسری طرف سے عمران کی آواز آئی۔

”کیا یہ آپ کا کارنامہ ہے؟“

”جوش کی دوا کرو۔“

”مجھے یقین ہے کہ آپ ایسا نہیں کر سکتے عام حالات میں۔“

”قیر۔ اب دوسرا کام ہے۔ صبح دس بجے تک ہو جانا چاہیے۔“

”قرہ دینے۔“

”میرنپل کارپوریشن کے پائلتوں کے شعبے سے معلوم کرو کہ

ایک ہزار دو سو تیرہ ۱۲۱۲، فیر کا انٹس کسی سڑک کو دیالیا تھا۔“

”ڈانا ٹھہرے۔ میں نوٹ کر لوں۔“

صبح ہونے والی تھی۔ صفد نے سوچا اب آرام کا سوال ہی نہیں پیدا ہوگا۔ اگر دس منٹ کے لئے بھی بیٹا تو دس گھنٹے سے پہلے اٹھ کر کھلے گی۔

میرنپل کارپوریشن دسے کام میں کوئی دشواری پیش نہ آئی۔ سچا پڑپے اس شعبے کے چیرا س کو دینے تھے۔ اور وہ پتیل پاس کے نمبروں کے ذریعہ کہتے کہ کاپتہ نکال لایا تھا۔

اور پھر جب صفد اپنی گاڑی میں بیٹھ رہا تھا ایک آدمی اس کے قریب آکر لفٹ کا ٹکڑا لے گیا۔

”حیف آدمی تھا اس کی سانس پھول رہی تھی۔“

”م۔۔۔ مجھے۔۔۔ پر پٹو روٹنگ جانا ہے۔ کیا آپ اس طرف سے تشریف

لگائیں گے؟

”بیٹے جانے! میں آپ کو پتہ چاہوں گا۔“

”جیت بہت شکریہ! خدا عمر درہم عطا کرے۔“ وہ کھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھا ہوا ہوا۔

صفد نے گاڑی اسٹارٹ کی۔

پریٹورڈ سے گزرتے وقت اس نے پوچھا تھا کہ گاڑی کہاں روکی جائے لیکن جواب نہیں ملا تھا۔

”کیا سو گئے جناب؟ اس نے پھر اونچی آواز میں اسے مخاطب کیا اور جواب نہ ملنے پر گاڑی فٹ پاتھ سے لگا کر کھڑی کر دی!

مڑ کر دیکھا تو وہ ہاتھ پیر ڈھیسے کئے سیٹ کی پشت گاہ سے نکلا ہوا تھا۔ مجھے پھیلا ہوا تھا اور آنکھیں بند تھیں۔

سانس پھیلے ہی کی طرح پھول رہی تھی۔ صفد نے اس کا ٹھٹھ پکڑ کر بٹایا۔ لیکن اس کی حالت میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔

”کیا مصیبت ہے؟ وہ بڑبڑایا۔ اور گاڑی سے اتر آیا۔ اور کھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر بہت قریب سے اسے آواز دینے لگا لیکن بے سود۔

”کیا بات ہے جناب؟“ ایک راہ گیر پچھتے پچھتے رکا گیا۔

”ان صاحب نے پریٹورڈ کے سٹے ٹھٹھ سے لفٹ لی تھی۔ پتہ نہیں سو رہے ہیں۔ یا بے ہوش ہو گئے ہیں۔“ صفد مڑ کر بولا۔

”راہ گیر اور قریب آ گیا تھا۔“

”ادھ۔ یہ تو خاصی صاحب ہیں۔ اس نے کہا۔“

”آپ جانتے ہیں؟“

”جی ہاں۔ وہ اگلی کے آگے دانی لگی میں بہتے ہیں۔“
 ”براہ کرم! انہیں دیاں پہنچانے میں میری مدد کیجئے۔“ صفد نے اس کے
 لئے اگلی سیٹ کا اندازہ کر سکتے ہوئے کہا۔
 کاروبار بد چل پڑی۔

”ان پر کبھی کبھی بے ہوشی کے دورے پڑتے ہیں۔“ راہ گیر بولا۔
 ”تب تو میں کسی ہسپتال کا ٹرک کرنا چاہیے۔“
 ”ان کے گھر کے کسی آدمی کو بھی لے لیں۔“ راہ گیر بولا۔
 ”جی ہاں۔“ ٹھیک ہے۔“

گاڑی اس کی بتائی ہوئی گلی میں مڑی اور کچھ دور چل کر ڈک مچی؛
 ماہ گیر ان کے ایک عمارت میں داخل ہوا اور کچھ دیر بعد پھر پلٹ آیا۔
 ”گھر میں ان کی بیگم صاحبہ تھیں۔ بیٹوں میں سے کوئی بھی نہیں ان
 کا اصرار ہے کہ قاضی صاحب کو اندر پہنچا دو۔ وہ گھر ہی پر ڈاکٹر کو بول رہی
 لگی۔ اب آپ انہیں اندر پہنچانے میں میری مدد کیجئے۔“

صفد نے برا سامنے بنایا۔ اور پھر وہ دونوں بے ہوش بوڑھے کو اندر
 پر اٹھائے ہوئے ایک غلیٹ میں داخل ہوئے کمرے میں سامنے ہی بستر
 نظر آیا۔ اور اسے لٹا کر جیسے ہی صفد سیدھا کھڑا ہوا اس کی آنکھوں میں
 تیرتے لہجہ گئے۔

بہت ہی دلدلی چیز سے اس کے سر پر ضرب لگائی گئی تھی۔ ذری طوط پر
 وہ اپنے گرد و پیش سے بے خبر ہو گیا۔

عمران کیفیت ایکسٹروفن پر کھینٹن خانہ کی کال ریسیور کرنا تھا۔

”وہ بڑا چار میڈیسنل کارپوریشن سے اس کی گاڑی میں سوار ہوا تھا۔“
 پریٹور وڈ پر پہنچ کر کھلی سیٹ پر بے ہوش پایا گیا۔ ایک ماہ گیر نے اس کی
 شناخت کی اور صفد کو اس کے ٹھکانے لے گیا۔ پھر ان دونوں نے بڑے کو
 گاڑی سے نکالا اور باغیچوں پر اٹھائے ہوئے ایک عمارت میں داخل ہوئے
 پچیس منٹ جو چکے ہیں۔ لیکن صفد ابھی تک اس عمارت سے باہر نہیں آیا۔
 صفد کی کو اپنی جگہ چھوڑ کر ایک پبلک ٹیلیفون پر تشک کیا ہوا ہے۔
 ”ٹھیک ہے عمران بولا۔“ دیں ممبرو۔ عمران تمہاری جگہ سے نکلتا
 کا پتہ بتاؤ۔“

پھر دوسری طرف سے خانہ سے عمارت کا محل وقوع بتا دیا اور
 لاخدر پر فوٹ کرنا لیا۔

”ایسی بات ہے؟ ایکسٹروفن آیا؟ تم گدھوں کے پیچھے اگر کوئی دوسرا
 گدھا بھی نہ لگا ہو تو تم سب بیک وقت غرق ہو جاؤ۔ میں جانتا تھا کہ یہ فرقہ
 ہو گا۔“ آؤدہ اس نے ریسیور کر پل پر رکھتے ہوئے غول سانس لی۔

پچھلی رات سے اب تک نہیں سویا تھا۔ کریسٹن کو ایک غصہ جگہ
 پہنچانے کے بعد اپنے غلیٹ میں واپس آ گیا تھا۔ ایک سچ بک اسی کے پاس تھی
 کریسٹن نے اس کا مطالبہ نہیں کیا تھا اور نہ عمران ہی نے اس سے اس کی
 کہانی پر بھی تھی۔

وہ ابھی فون کے قریب سے ہٹا میں نہیں تھا کہ پھر گھنٹی بجی۔
اس نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے جو یا ناگنہ نرنگی آواز آئی۔
"ہیس نہ وہ ایکسٹو کے پیچے میں عزایا۔"

"اس عمارت پر ٹورٹ کا بورڈ لگا ہوا ہے جناب! میں نے مالی سے اس کے نئے بات کی تھی، اس نے مجھے بری عمارت دکھائی۔ کہیں کوئی بات نہیں ملی۔
"میں نہیں یقین ہے کہ تم ٹھیک جگہ پہنچے تھیں۔"

"بالکل یقین ہے جناب۔"

"اچھا۔"

اس نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

پھر نشست کے کمرے میں قدم رکھا ہی تھا کہ یہاں واسطوں کی گھنٹی بجی۔
اس نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے نیازض کی آواز سنائی دی۔

"کرئیں کہاں ہے؟"

"کون کرئیں؟" عمران نے پوچھا۔

"وہی آرگنٹ ڈاک کی؟"

"اؤ۔۔۔ وہ۔۔۔ گھانچہ میرا کی خالق؟"

"گھانچہ میرا کونسا ہے۔ انسٹیکو پیڈیا میں اس نام کا کوئی پرندہ نہیں مل سکا۔ فیض فیصلہ ہے میں بولا۔

"وہی بات ہے تو اب تم اردو کی کسی حضات میں ہوں زرد تاش کرو؟"

دیکھ کر اس سے۔

"ہوں نہ پوری زبان میں بگڑے باگڑا دے کہتے ہیں۔ یقین کرو کہ ہوں زرد اور بگڑا کہنے والے پڑوسی بھی ہو سکتے ہیں ایسے پڑوسی کہ دونوں کے درمیان

صرف ایک دو دراصل ہوئے

جو جنم میں جاتے۔ نیازض عزایا کرئیں کو کہاں چھپایا ہے؟

"دل میں۔"

"عمران۔"

"مجھے کرنی دینی نہیں؟" عمران خشک جیسے میں بولا اور سلسلہ منقطع کر کے جلدی جلدی لباس تبدیل کرنے لگا۔

دس منٹ کے اندر ہی اندر اس کی گاڑی بریڈروڈ کی طرف جا رہی تھی
گلی کے موڑ پر پہنچے اس نے گاڑی روک دی۔ اور اتر کر اس کا ٹرنٹ
اٹھایا تھا۔ انجن پر کچھ دیر جکے رہے کے بعد پھر سسٹرننگ پر آ بیٹھا لیکن گاڑی
اشارت نہ ہوئی، اس نے باؤسی سے چاند طرف دیکھا اور اتنے جلدے والوں
سے گاڑی کو دھکا لگانے کی درخواست کرنے لگا۔

گاڑی کو دھکا دینے والوں میں سار جٹ نہانی بھی شامل تھا۔
عمران نے اسے گلی میں مڑوایا۔ کچھ فاصلے پر صف کی گاڑی کھڑی دیکھ کر
اطمینان کی سانس لیتا ہوا بلند آواز میں بولا۔ "بس۔۔۔"

گاڑی سے اترتے ہوئے اس نے دھکا لگانے والوں کا بڑی لجاجت سے شکریہ ادا کیا۔
اور پھر برنٹ اٹھا کر دوبارہ انجن پر چھکا ہی تھا کہ نہانی قریب سے آکر بہت

سے بولا۔ "وہ اب بھی اندر ہی ہے؟"

"ڈسٹری بیوٹر کے گتے تو مڑ گئے ہیں۔" عمران سیدھا کھڑا جوتا ہوا بولا۔

"تو پھر میں اس سلسلے میں کیا خدمت کر سکوں۔ کل نہانی سکڑا کر بولا۔

"کچھ نہیں۔" ڈسٹری بیوٹر میں بھی ایک گٹا اور ایک گٹیا ہوتی چاہیے۔"

• موڑ بہت خراب معلوم ہوتا ہے۔
 • گھانچہ سہرا۔
 • کیا؟ یہ کیا ہے؟
 • کچھ نہیں۔ مقدمہ کی خرابی کرکھتے ہیں۔ بعض اوقات کنوارے آدمی کو بھی کہہ دیتے ہیں۔ جہاں حبب موقع ہو۔ دائرہ علم بالصراب۔
 • کہاں کی ہانگ رہے ہیں جناب؟
 • عمران نے شہر چھوڑا۔

• عالم و فاضل کیوں کہلائے وہ جاہل بے پیر
 • ان گھوڑوں میں پڑھنے کے جو کچھ اہل کی تحریر
 • اللہ رحم کرے۔ انعمانی نے مسمیٰ صمدت بنا کر کہا۔
 • دوسرا شعر سنو۔

• اس کے جلوسے کو بہت سے ہم کو چشم برہمی
 • ہم نہیں موسیٰ کہ جا کر کوہِ بی بی کریں۔
 • ڈسٹری بولر کے کنڑ کا کیا ہو گا۔ انعمانی پڑ کر بولا۔
 • تیسرا شعر سنو۔

• کنڑ نے کس جاراہ فنا میں دیا ہے ساتھ
 • تم بھی چلے پلو یو تہی جب تک پہلی چلے۔
 • اچھا تو میں پڑا۔

• غلامہ کو بھی ساتھ لیتے جاتا تھا
 • تم کیا جانتے

• تمہارا چوہا کم از کم مجھے سدی تفصیلات سے آگاہ رکھتا ہے۔

• بس جاؤ۔ میں بھیڑ بھاڑ پسند نہیں کرتا۔
 • سوچتا ہوں کیا ہے اسے؟
 • گھانچہ سہرا ہی کبھی نہیں دیکھا تھا اسے دیکھ کر کونسا لکھ پالیا ہے کہ کسی
 • اہل کی تھاکر سکوں۔ بس۔ ٹھٹھا۔
 • گھانچہ سہرا کیا ہے؟

• میرے اذکیمن یا من کے دماغ کا تصور چلتے پھرتے نظر آؤ۔
 • ہو سکتا ہے تمہیں مد کی ضرورت پیش آئے۔
 • اپنی مدد آپ کرنے کی عادت ڈال رہا ہوں۔ ضروری نہیں کہ مددگار ہر
 • وقت بتایا ہو سکے یا مدد کرنے کے سلسلے میں غصے بھی ہو۔ میاں ہم تو بس اپنا
 • ہی دم قدم دیکھتے ہیں۔ گدھے دست اہل کرم دیکھتے ہیں۔
 • گدھے نہیں لگا۔

• وہ بغیر دم کا ہوتا ہے۔ اس نے خلع از بکٹ ہے یا بکٹ از خلع ہے
 • جو کچھ بھی کہتے ہوں۔

• دشتا نعمانی چونک کر بولا۔ اوہو۔ وہ پھر بے ہوش ہوئے کراٹھانے
 • ہونے لارہے ہیں۔ لیکن۔ لیکن۔ صفد ہاں ہے۔ میرے خدا۔ یہ وہ بڑھا
 • تو نہیں معلوم ہوتا۔ وہ اتنا تندہ ست نہیں تھا۔

• عمران اس کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے پھر انجن پر جھک گیا۔
 • اوہو۔ اوہو۔ اسے صفد ہی کی گاڑی میں ڈال رہے ہیں۔ لیکن صفد
 • کہاں ہے۔ نعمانی بڑبڑایا۔

• اُدھر مت دیکھو۔ عمران انجن پر جھکا ہوا آہستہ سے بولا۔
 • صفد کی گاڑی ان کے قریب سے گزر گئی۔

”چلو میچ جاؤ، عمران نے بوٹ گرتے ہوئے کہا۔

نعمانی بڑی پھرتی سے اگلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ بائیں جانب مڑی ہے۔
عمران گاڑی اسٹارٹ کر چکا تھا اور پھر جیسے ہی گاڑی موڑ پر پہنچی وہ در
میں پھینکا اور دائیں کھول کر اندر بیٹھ گیا۔

”اے کیا دماغ چل گیا ہے تم لوگوں کا؟“ عمران سر جھٹک کر بولا۔

”تیزی سے چلو نہ جاؤ پتا ہو رہا ہے میں نے تم قریب سے دیکھا تھا، انہوں
نے بے ہوش مسافر پر بوڑھے آدمی کا میک اپ کیا ہے۔“

عمران نے نیچا بوٹ ڈالتوں میں دبا لیا کچھ بولا نہیں اس نے بحیثیت
ایکٹوران سے کہا تھا کہ عمران ان کی جگہ سے گا۔ پھر بھی پچھتے ہوئے ہیں۔ خیر
دیکھا جائے گا۔

بٹسے ایمینان سے آہستہ آہستہ جا رہے ہیں وہ لوگ انعمانی بولا۔

”الحق نہیں مومن ہوتے یہ پچھلی سیٹ سے غادر کی آواز آئی وہ بھی
الجینان کرنا چاہتے ہیں کہ ان کا تعاقب تو نہیں کیا جا رہا؟“

”اگر تمہیں مگرونگیا تو ذمہ داری تم دونوں پر ہوگی۔“ عمران بولا۔

”تم تو آشعار ہی سنا سنا چلو یہاں سے انعمانی نے ہنس کر کہا۔

”کچھ دیر بعد تم دونوں کا مشیہ پڑھتا نہ نظر آؤں؟“

”میں جیسے چبا رہی ہوں کیا نہ غادر بولا۔

”تم تو گوس نے میری زندگی تلخ کر رکھی ہے۔“

کچھ دیر بعد گاڑی ایک غیر ملکی مشین ہسپتال کی کپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔

دکھیا پکڑ ہے انعمانی بڑبڑایا۔

”پکڑ نہیں۔ پکڑا کہو؟“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا اور اس

کی گاڑی آگے بڑھتی جا رہی تھی۔

ہسپتال کی کپاؤنڈ سے آگے جا کر اس نے گاڑی روکی۔

”اب کیا کرو گئے؟“ غادر بولا۔

”گاڑی تم دونوں کے حوالے کر کے جدھر سینگ سائیکس کے جھک نکلوں گا؟“

”مجھ دونوں کو اندر جا رہے ہیں۔“

”خدا کا شکر ہے میں بری اللہ سے عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

وہ دونوں گاڑی سے اتر گئے۔

عمران انہیں پھاٹک میں داخل ہوتے دیکھتا رہا۔

کچھ دیر بعد وہ بھی گاڑی سے اترے۔ اور کپاؤنڈ میں داخل ہو کر ہسپتال

کے ایمر جنس وارڈ کی طرف چل پڑا اور ٹھیک اس وقت وہاں پنیجا جب غادر

کے سر کی فوٹنگ کی جا رہی تھی۔ اور وہ بوڑھے کے میک اپ میں نہیں تھا

بے ہوش بھی نہیں تھا۔

ایک ہی سیٹس والی کرسی پر بیٹھا اپنے سر پر پٹی بندھوا رہا تھا۔ کٹ کے

پچھتے جیسے پرتھون کے دھتے تھے۔

اس کے بعد اس کو ایک انجکشن دیا گیا۔ اور انکو لیڈ پیڑ دروازے کی

طرف دھکیلی جانے لگی۔

میں غادر کی گاڑی تک لے جایا گیا تھا۔

دو آدمیوں نے اسے کرسی سے اتر کر گاڑی میں بٹھایا۔ اب پھر اس کی

آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔ اسے پچھلی سیٹ پر بٹھایا گیا تھا۔ اور دو آدمی

اس کی دونوں طرف بیٹھے تھے۔

حمیر سے نے ایئر رگ سنبھال لیا تھا۔

اس کے گھر والوں نے میرے احسان کا یہ بدلہ دیا
- تم کسی نکتے کے خاکہ کا پتہ لگانے میں پہلی ہاپرڈیشن کے دفتر میں گئے
تھے!

- میں جیسا تھا۔ پھر؟

- کس نے جیسا تھا؟

- کیا بگواس ہے۔ تمہیں اس سے کیا سروکار؟

- میری بات کا یہی طرح جواب دو دنہ میاں سے زخم نہ جاسکے۔

- اور نہ تو کیا میں نے پوری کی ہے یا ڈاکٹر ڈاکٹر ہے۔ میرے ایک غیر ملکی

دوست نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ نکتے کے خاکہ کا پتہ لگائیں۔

- غیر ملکی دوست؟

- ہاں۔ ایک زخمہ دل ٹرانسیسی۔

- کیا نام ہے؟

- دان بیکری۔ ہم دونوں ہر شام ٹپ ٹاپ میں جاتے ہیں۔

- اس کا پتہ بتاؤ۔

- ہو سکتا ہے۔ وہ اس وقت بھی وہیں ہے۔

- وہ جتنا کہاں ہے؟

- نہ اس نے آج تک بتایا اور نہ میں نے پوچھا۔

- یہ کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ تم نے اس نکتے کے خاکہ کے بارے میں بھی

اس سے نہ پوچھا ہو؟

- پھرچہ بفری اس نے بتا دیا تھا۔

- کہا بتا دیا تھا۔

صفدر کو ایک بار اس وقت ہوش آیا تھا جب اس کے سر کی ڈریسنگ
کی جارہی تھی۔ لیکن یہ ہوش پورے طور پر شعور کی بیداری نہیں کہلایا جا
سکتا تھا۔ وہ نہ وہ کسی سے اٹھ کر کسی نہ کسی طرح وہاں سے نکلنے کی
کوشش کرتا۔

دوبارہ ہوش میں آنے کے بعد اس نے خود کو ایک وسیع کمرے میں پایا تھا
جہاں چھت سے کئی روشن فانوس لٹک رہے تھے۔

وہ خود ایک آرام کرسی پر نیم دراز تھا۔ دلچسپ درد زخم کھولا دے۔ ایک آدمی، منہ
داخل ہوا۔ کچھ عجیب سا تھا۔ چوڑے شانوں والا۔ کوتاہ گردن آدمی ٹھوڑی
اتنی بھاری تھی کہ سینے تک پہنچے معلوم ہوتی تھی ناک اورچی اور ٹوکلی تھی۔ اور
ناک کے نیچے پتے پتے بھنے ہوئے ہونٹ ایک غمگین کی طرح لٹک رہے تھے!

وہ چند لمحوں صفدر کو گھورتا رہا پھر بولا تم کون ہو۔

زبان انگریزی تھی اور جھجھکی۔ صفدر نے تھوڑے عرصے میں انگریزی میں
جھپکاتے ہوئے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری لیکن کچھ بولا نہیں۔

- کیا تم بھرے ہو۔ وہ صلیق چھاڑ کر بولا۔

- نہ چھیننے کی ضرورت نہیں! صفدر ہاتھ اٹھا کر بولا میں سوچ رہا تھا کہ
میں کہاں ہوں۔ میرا نام صفدر ہے۔ اب تم بتاؤ کہ کون جواد میر سے ساتھ
کس قسم کا مذاق کیا گیا ہے۔ میں نے اس بڑے غصے کی لٹک دی تھی!
وہ میری گاڑی میں بے ہوش ہو گیا۔ اسے اس کے گھر نہ چھوڑا۔ لیکن

”گناہ دارہ پھرتا ہوا دن بیکری کے ہاتھ لگا تھا اگر وہ اسے پولیس کے
 کراے کر دے تو پولیس بھی اس کے مالک تک پہنچا سکتی ہے لیکن دن بیکری
 براہ راست مالک سے ملنا چاہتا ہے۔ کتا بے حد پسند آیا ہے اور وہ اسے
 خریدنا چاہتا ہے۔ جو سکتا ہے مالک اس کا آفر قبول کرے گا
 ”تم نے دیکھا ہے وہ کتا؟“

”ہی نہ تو نہیں دیکھا۔ اس نے مجھ سے حرف نہ کر کے پوچھا تھا کہ
 آخر مالک کا پتہ کیسے لگایا جائے۔ میں نے کہا یہ کتنی بڑی بات ہے۔ اگر کتے کے
 گلے میں تیلیں پاس ہو تو اس کے سیریل نمبری سے پتہ لگایا جاسکتا
 ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ کوئی ایسی دشوار بات نہیں تھی۔ چہرہ اسی کو پانچ روپے
 دینے اور اس نمبر کے کتے کے مالک کا نام اور پتہ درج ہرے نکلوا لایا۔“

”کوتاہ گردن آدمی سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ اس طرح صفدر
 کی آنکھوں میں دیکھے جا رہا تھا۔ جیسے اس کے بیان کو توڑنے کی کوشش
 کر رہا ہو۔“

پھر کچھ دیر بعد غرایا۔ جب تک دن بیکری ہمارے ہاتھ نہ لگے
 تھری کی کل ملازمی ناقص ہے۔“

”آخر کیوں؟ جہنم میں جیسے دن بیکری۔ وہ کوئی میرا رشتہ دار ہے کہ
 تم بطور بر خال مجھے روکے رکھو؟“

”اس کا حلیہ تناؤ ہے۔“
 ”کیا یہ کوئی خطرناک معاملہ ہے؟ صفدر نے غور فکری کی اداکاری کرتے

ہو رہے تھے۔ اور خشک جڑوں پر زبان پھیرنے لگا۔
 ”اگر تم نے بتایا تو تمہاری حکومت تمہیں جیل میں سزا دے گی۔ مجھے پورا

پورا اختیار حاصل ہے ان معاملات میں۔ تمہاری حکومت کی دستاویز پوری
 حکومت نے مجھے یہاں بھیجا ہے۔“

”اوہ۔ تو کیا مجھ سے اس مسئلے میں کوئی غلطی سرزد ہوئی ہے؟“
 ”یقیناً۔ بہت بڑی غلطی ہوئی ہے۔ وہ زانو پر ہاتھ مار کر بولا۔

”لیکن مجھے یہ کب معلوم تھا۔ میں تو سمجھا تھا کہ وہ تو صرف کتا خریدنا چاہتا
 ہے۔ یہاں اجنبی ہے۔ دنا ترستے اس کی واقفیت نہیں ہے۔ لہذا میں نے بت

”خیر۔ خیر۔ اب تمہارا فرض ہے کہ میرا ہاتھ ڈالو۔“
 ”بالکل۔ بالکل۔ میں تیار ہوں۔“

”خلیہ بتاؤ اس کا۔“
 ”چھوٹی سی سبزی ڈرامی باریک ترشی ہوئی ہوگی۔ آنکھوں پر دیم لیس

فریم والی ٹیکٹ۔ ٹک ٹک کر کھٹکھٹا رہا ہے اور کھٹکھٹے کے دوران میں مسلسل
 مسکاتا رہتا ہے۔ کتنی ہی بی جاتے لیکن مہکتا نہیں۔ میں نے نئی پل

آندیا ہے۔ صرف آنکھوں سے معلوم ہوتا ہے اس سبزی رنگی ہے۔“
 ”اگر یہ جھوٹ نکلا تو تو وہ دھتے ٹھوکر بولا۔

”میں ایک معزز شہری ہوں۔ شہر۔ میں تمہیں اپنا کارڈ دیتا ہوں
 تم میرے نوٹے تک اندر شام کو چار سے چھ تک مجھ سے میرے گھر پر مل سکتے ہو۔

چھ بے کے بعد میں عموماً تفریح کے لئے نکل جاتا ہوں پھر دس بجے سے پچھلے
 واپسی نہیں ہوتی۔ اکثر اس سے بھی زیادہ دیر تک باہر رہتا ہوں۔“

صفدر نے کوٹ کی اندرونی جیب سے اپنا ذی رنگ کارڈ نکال کر اس
 کی طرف بڑھادیا۔

وہ اسے دیکھتا رہا۔ پھر بولا ”اچھی بات ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ

تمہارے لئے رات کے کھانے کا کیا انتظام ہے؟

”ہنیں شکریہ میں جھجھکا کر کھائیں گے۔“

”ایسا بھی کیا؟ وہ دھشتا ہوا بولا۔ اور کمرے سے نکل گیا۔“

صفدہ وہیں ہاسی پزیشن میں آرام کر رہی پر پڑا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ اس آدمی کو مطمئن کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔

تقریباً آدھا گھنٹہ گزر گیا۔ لیکن پھر کسی نے بھی اس کی خبر نہ لی۔ اس نے سوچا اب انتظار ہی چاہیے۔ اس شخص سے اتنی گفتگو کے بعد وہ کم از کم چل پھر کر سکتا ہی تھا۔

شاید اس کے سر سے بہت زیادہ خون بہہ گیا تھا کیونکہ اسٹےجی اس نے خاصی لقا بہت عروس کی تھی۔

بال سے گزار کر وہ دوسرے کمرے میں داخل ہوا۔ یہ بھی خالی ہی تھا۔ اسی طرح پوری عمارت میں چکر اچھا کر لیکن کہیں کوئی نہ دکھائی دیا مگر وہ رابڈاری سے گزرتا ہوا صفدہ دو دروازے تک آ پہنچا۔ صفدہ اس کے ہینڈل سے ایک ٹکڑا سا کاغذ چٹا ہوا تھا۔

صفدہ نے ہینڈل پر ہاتھ رکھا تو کاغذ اس سے الگ ہو گیا۔

سیاہ روشنائی سے کاغذ پر تحریر تھا۔

”اب اپنے حجر جاؤ۔ اگر تم جوئے ثابت ہوئے تو

دنیکہ کسی گھنٹے میں یہاں نہیں آ سکو گے۔ میرا ہاتھ

پر حال میں تمہاری گردن تک پہنچ جائے گا۔“

صفدہ نے صفدہ کھولا اور آدھے میں نکل آیا براہ راست سے گردن پر دھس لے گی۔ اور پھر الگ پر پہنچے ہی اپنی گاڑی بھی دیکھ کر کھڑکے کھڑکے ہوئی تھی۔

عمارت کا برا آمدہ روشن تھا۔ صفدہ عمران کو وہاں صفدہ نظر آیا۔ وہ تنہا تھا۔ پھر اس نے اسے بائیں نکل کر گاڑی تک آتے دیکھا۔

وہ تنہا ہی گاڑی میں بیٹھا تھا۔ اور گاڑی چل پڑی تھی۔

”گھبراہٹ سے عمران کی زبان سے غیر ارادی جملہ پر نکلا۔“

جہاں اس نے اپنی گاڑی پارک کی تھی۔ اس پاس کئی اور گاڑیاں بھی موجود تھیں۔ کچھ خالی تھیں۔ دیکھ میں ان کے ڈرائیور بھی موجود تھے۔

عمران کو کوئی ایسی گاڑی نہ دکھائی دی جس کے بارے میں سوچا جاسکتا کہ وہ صفدہ کے تعاقب میں آئی ہوگی۔

البتہ جب وہ اپنی گاڑی اسٹارٹ کر رہا تھا بائیں جانب والی لگی سے ایک موٹر سائیکل نکلی اور اسی سمت چلی گئی۔ جدھر صفدہ گیا تھا۔ چل بھر کے لئے سواری کے چہرے پر، مگر کپڑوں سے روشنی پڑی تھی اور عمران نے اسے پہچان لیا تھا۔ وہ کیٹین خانہ تھا۔

عمران نے بھی گاڑی اور حرکت نہ کی۔ لیکن اب وہ کچھ ایسی جلدی میں نہیں محلوں ہوتا تھا۔

گاڑی محلوں رفتار سے جلتی رہی۔ اور وہ اپنے غلبت تک پہنچا۔

سب سے پہلے اکیسٹو ولسے فون کی طرف گیا۔ فون سے ایڈریس۔ یہاں پر کسی نئی کال کے ٹیپ ہونے کا اشارہ موجود تھا۔

ٹیمپ چلا دیا۔ اور صفدہ کی آواز سننے پر آپ شاید موجود نہیں ہیں۔

اور پھر اس نے وہ سب کچھ کہہ سنائی جو اس پر گزری تھی۔
اس کے بعد آواز آئی "میں اپنے گھر تک محدود ہو کر آپ کی حمایت
کا انتظار کروں گا"

ٹیب ریکارڈ کا سرچ آف کر کے عمران کسی سوچ میں گر ہو گیا۔
صفدر نے اپنی اس کال میں اس آدمی کا حلیہ بھی بنا ہوا تھا۔ عمران نے
ایکسٹوٹک فون پر صفدر سے رابطہ قائم کرنے کی بجائے اپنا نجی فون استعمال کیا۔
دوسری طرف سے صفدر کی آواز سن کر بولا "تمہیں کیا تکلیف ہے؟"

"سرچٹ گیا ہے" دوسری طرف سے آواز آئی۔
"کچھ بھی ہوا بھی" تجھے بدیت ملی ہے کہ تم سے فزاعون۔ تبدلے
پاس کوئی کہانی ہے؟

"آجائے۔ غم ہی غلط کریں گے؟"
"دعہ وہ غلط دونوں ہی غیبن سے شروع ہوتے ہیں۔ خدا خیر کرے۔"
"ابھی آجائے جلدی سے" صفدر کی آواز کے بعد ہی سلسلہ منقطع ہونے
کی بھی آواز آئی۔

پھر میدان اسے سات کے کھانے کے لئے آوازیں ہی دینا رہ گیا تھا۔
اور فلیٹ سے نکلا چلا آیا۔

صفدر کے چہرے سے خاصی نقابت ظاہر ہو رہی تھی۔ عمران نے
ایک۔ پھر اس کی کہانی سنی اور جسٹس کر بولا۔

"اتنے کسی پورے کو سرگزشت نہ دینا۔ خیر گئے کے ایک لاپتہ بتاؤ۔"
"ایک مقامی یورپین ڈیوڈ ڈیمیر ہے۔ سسٹم تھری ڈی۔ خلیہ ۱۱۱
میں رہتا ہے"

عمران نے جیب سے نوٹ بک نکالی اور نام اور پتہ تحریر کیا۔ پھر بولا
"کیا خیال ہے تمہارا۔ ہماری حکومت کا وہ حدود کو سبک کا ہتھیار ہوتا
ہے؟"

"مجھے تو کچھ شمالی یورپ کا سا لگتا تھا۔ تاروسے یا سربینڈن کا باشندہ؟"
"ہاں۔ تو تم اسے اپنا پتہ دے آئے تھے؟"

"دان بیکزری والی کہانی کے بعد میں نے بھی مناسب سمجھا تھا۔ لیکن
اب دان بیکزری کہاں سے پیدا کروں۔ میرا خیال ہے کہ ٹپ ٹاپ میں
اس نیچے لا کوئی آدمی نہ پا کر وہ ادھر ہی آئے گا۔"

"اپنی نوٹ بک پر ایک پتہ تحریر کرو" عمران کچھ سوچتا ہوا بولا "اگر اس
کی طرف سے مزید پرچہ کچھ سڑوا لیں بند کر کے یہی پتہ اس کے پاس کر دیتا
"لیکن میں تو اس سے کہہ چکا ہوں کہ مجھے اس کی رائٹس سکاہ کا علم
نہیں"

"یہ بھی کوئی ایسی بات نہیں کہ بنائی نہ جاسکے۔ کہہ دینا اتفاق سے کہیں
اس نے نہیں کوئی خط لکھا تھا جس کا لفاظی نہیں کسی کتاب میں رکھا ہوا
ہو گیا۔" صفدر نے دان بیکزری کا پورا پتہ تحریر کیا تھا

"ہاں۔ اں۔ یہ ممکن ہے" صفدر کچھ سوچتا ہوا بولا۔
"ایکسٹوٹم پر بیجا طرہ پر غور کرتا ہے؟" عمران کا بھیہ سنجیدگی سے پھر پور
تھا۔

صفدر اسے معافانہ انداز میں دیکھتا ہوا بولا "خیریت۔ خیریت۔؟"
"اس کی پوری ٹیم میں تمہارا جواب نہیں۔ ایک بڑی مشکل تم نے
سامن کر دی ہے؟"

”میں نہیں سمجھا“

”ہاں بیکری کی کہانی؟“

پھر عمران نے اسے ایک پتہ تحریر کرایا۔ صفد نوٹ بک کوٹ کی جیب میں رکھ بی۔ ہاتھ لاکھ فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے ریسیور اٹھالیا۔

”یہ صفد ہی ہوں۔“ اس نے ماؤتھ پیس میں کہا ”اوہ آج صبح۔۔۔ نہیں ملا۔۔۔ پرواہ مت کرو۔۔۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ اس نے ایک بار مجھے ایک خط لکھا تھا۔۔۔ لفظتے پر اس کا پتہ تحریر تھا۔ میں اس لفظ کو تلاش کر رہا ہوں۔ ہرگز نہیں کبھی نہیں۔ اگر وہ مجھ سے جا کر کہہ دوں گا کہ صفد فیتا کے باعث میں اس کا کام نہیں کر سکا نہیں تنہا کی مزدور نہیں۔۔۔ میں اپنا فرض انجام دے رہا ہوں۔۔۔ پوری عمر تم سے تعاون کروں گا۔ گڈ بائی“

صفد نے ریسیور کریدل پر رکھ دیا اور عمران کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔ بہت اچھے جا رہے ہوئے عمران وہ فوراً ہی اسے پتہ نہ بتا کہ تم نے صفد کی خبر نہ دیا ہے۔ ہو سکتا ہے کچھ دیر بعد وہ تمہیں فون کرے یہ سلام کلمے کے لئے کہ لفظ ملا نہیں۔ لیکن اسے اچھی طرح یاد رکھنا کہ میں نے علامت کی نگارنی بھی شروع کرادی ہوگی“

”میں سمجھتا ہوں“

”پتہ کل صبح سے پہلے ہرگز نہ بتانا“

”میں سمجھتا ہوں“

کرٹین نے دیوار سے جگے ہوئے کلاک کی طرف دیکھا۔ سوا دس بجے تھے۔ وہ سوچ رہی تھی کہ آخر اس کا کیا مشر ہوگا۔ وہ حیرت خیز آدمی بھی

اس کی ایسی بک اسی کے پاس تھی پچھلی رات وہ اسے اس علامت میں لکھ گیا تھا دراصل تک اس کی داسی نہیں جوئی تھی۔

غیب آدمی ہے اس نے اس سے ایسی بک کی کہانی معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ حالانکہ اگر وہ اس کی داسی کا ہرگز اتودہ جاپس و

آج تک اس نے اس کے بارے میں کسی کو بھی کچھ نہیں بتایا تھا۔ لیکن محسوس کر رہی تھی کہ کم از کم اس آدمی سے تو کچھ بھی نہیں چھپا سکے گی۔ ہف مد جس نے اسے قتل کر دینے کی دھمکی دی تھی۔ شاید وہ ایسا کر ہی کرتا لیکن کرٹین نے تہہ نہ کیا تھا کہ وہ اسے اس کے بارے میں ایک

عمران کہاں۔ گہیا۔ وہ بار بار۔ سوچتی۔ اسے پچھلی رات کے واقعات یاد آئے۔ کتنا ڈرنا میک اپ اس نے کر رکھا تھا۔ اور کتنی آسانی سے چانچوں کو بس کر دینے کے بعد اس کا صفد اڑا رہا تھا۔

پھر اسے وہ منظر یاد آیا جب ہف مد جو نے عمران پر حملہ کیا تھا۔ وہ بھی تھی کہ شاید کھیل ختم ہی ہو گیا۔ لیکن عمران کے حیرت انگیز پھر نیٹ پر

کے سامنے ہف درجہ کی ایک نہ چلی، وہ بالآخر وہ بھی تصویر ہو گیا۔

”عمران! وہ کہاں رہ گئے تھے؟ تم نے وہ آہستہ سے بڑھائی۔

اور ٹھیک اسی وقت کسی نے باہر سے کال بل کا بٹن دبایا۔

وہ تیزی سے صدمہ دہلاؤ سے کی طرف بڑھی۔ بھلا عمران کے علاوہ اور

کون ہو سکتا تھا۔

لیکن دروازہ کھلتے ہی ایک اجنبی بڑی پھرتی سے اندر داخل ہوا۔ اگر

وہ یک بل کے لیے بھی جھکیا ہوتا تو کریشن دھماکہ بند کر چکی تھی؛ لیکن اس

نسل کے اسے اس کا موقع ہی نہیں دیا تھا۔

”تم کون ہو؟“ کریشن خود ہر قابو پانے کی کوشش کرتی ہوئی غرائی وہ کچھ

نہ بولا۔ اس کے سامنے بے حس و حرکت کھڑا رہا۔

بڑی دکھش شخصیت کا ایک تھا۔ بال سبز تھے۔ چھوٹی سی آنکھیں

ڈاڑھی تھی۔۔۔ باربک ترشی ہوئی مچھلی۔ آنکھوں پر ریمیس فرم دانی

عینک۔ لباس سے نفاست پسندی ظاہر ہوئی تھی۔ مگر زیادہ سے زیادہ تیس

سال رہی ہوگی۔

”ماموزیل۔ وہاں سیکڑی؟“ وہ کسی قدر جھک کر بولا۔

بوجہ فراموشیوں جیسا تھا۔ وہ یورپ کی کئی زبانیں بولی سکتی تھی، مگر انیسویں

قرن کی خاصی جانتی تھی۔

”تم اس طرح اندھ کیوں گھس آئے؟“

”مجھے نہیں، آنا تھا ماموزیل۔ اس نے بڑی شاندار لہجے سے کہا۔

”کیوں؟“

”میں نے وعدہ کیا تھا، ماموزیل۔ آپ کی ذمہ داری مجھے پر ہے۔“

”کیا مطلب؟“ وہ چونک کر چپے بیٹھی۔ کیونکہ یہ جملہ انگریزی میں، داکٹریٹ تھا۔

انداز آواز سو فیصد عمران کی تھی۔

”چلو۔! مجھے کی ضرورت نہیں۔“ وہ آگے بڑھتا ہوا بولا۔

”پچھلے گرم گرم کافی میں لگا۔ پھر باتیں ہوں گی؟“

”تم نے تو مجھے ڈرا دیا۔“ پھل رات جیسے بھی تک بیک اپ میں تھے، اس

وقت سننے ہی خوبصورت لگ رہے ہوئے

”خوبصورت! وہ چلتے چلتے رک گیا۔

”میں غلط نہیں کہہ رہی جیت پیارے لگ رہے ہوئے

”نہیں! میں پہلی بار کسی عورت سے اس قسم کا جملہ سنا ہے مجھ نہیں، تاکہ

مجھے ترمان چاہیے یا مغموم ہو جانا چاہیے؟“

”چلو۔! وہ اس کی کریں! اتنے دے کر وہ عینک سے ہوتی ہوئی۔

”تہا رہی باتیں سمجھو؟“ آئے کے باوجود بھی وہ لب مسموم ہوئی ہیں؟

وہ ڈراؤنگ روم میں آئے۔

”شہر۔ میں تمہارے لئے کافی بنا لاؤں؟“ اس نے کہہ کر جانا چاہا۔

”میں بھی مل رہا ہوں۔ باتیں بھی ہوتی ہیں گی۔“

پہلی خاصا وسیع تھا۔ دروازے ایک میز اور چند کرسیاں بھی پڑی ہوئی

تھیں۔

کریشن سنو پر کافی کے لئے پانی رکھنے لگی۔ اور وہ ایک کرسی پر

بیٹھ گیا۔

”تم نے کسی ایسے آدمی کا ذکر کیا تھا جس نے تم سے قریب پرزور پیش

میں گھس کر رکھی تھی؟“

۱۰ ہاں اور اس کے بعد جہاں رہ رہا تھا

۱۱ تمہارا خیال ہے کہ وہ حقیقتاً کوئی سونڈش ہی تھا

۱۲ مجھے یقین ہے

۱۳ کیا تم کسی کوتاہ گرد چور سے شافوں دے سونڈش سے صاف

ہوگا

۱۴ وہ اس کی طرف مڑی اور تھیرا، غار میں پلکیں پھپکائیں۔

۱۵ اس کی انگ اورچی۔ ہڈی کی ہے۔ ٹھوڑی بھاری اور جوت بہت

پتکے ہیں۔ دو ستیہ انداز میں گفتگو کرتا ہے۔

۱۶ وہ۔۔۔ یہ تو تم۔۔۔ یہ تو تم۔۔۔ بیرن غلچہ و ملاخوہ میں کہہ رہا ہے۔

۱۷ یہ کون ہے۔

۱۸ میرے شہر کا چیف آف پولیس۔ اور نہیں سن کر حیرت ہوگی کہ وہ بھی۔

۱۹ اڑہ لڑیا وہ بھی یہاں موجود ہے۔

۲۰ سوال کرنے کی بجائے بات جاری رکھو۔

۲۱ وہ بھی۔ میری ایک بک میں دیکھ بیٹا ہے۔

۲۲ اب بتا بھی ڈالو ایک بک کے بارے میں۔ یہ تو جان کو گئی ہے۔

۲۳ پہلے تم بتاؤ۔ کیا بیرن فیڈلچر ولڈ میں موجود ہے۔

۲۴ نہ بتاؤ میں تم سے اس کے بارے میں کس طرح دریافت کرتا۔

۲۵ کریسٹین نے ایک طویل سانس لی اور کسی سوچ میں پڑ گئی وہ بلند

اس کے چہرے کا جائزہ لے۔ اٹھا۔ کچھ دیر بعد وہ برقی۔ پتھر پر محیط

ہو گئی ہے یہ ایک بک! اس سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کے لئے اتنا

مشاکدہ ہوگا۔ لیکن ہنگامے کی وجہ سمجھنے سے قاصر ہوں۔

۱۰ تم نے بتایا تھا کہ یہ تمہارے دادا کے وقت سے تمہارے خاندان میں چلی

آ رہی ہے۔

۱۱ اللہ یہ جھوٹ نہیں ہے۔

۱۲ سب سے یقین ہے۔ لیکن اس جنگل کا تعلق دو کے وقت سے تو نہ ہوگا۔

۱۳ تعجب نہیں۔ یہ زیادہ پرانی بات نہیں۔ دوسری جنگ عظیم کے خاتمے کے کچھ

دنوں کے بعد اس ایک بک پر یہ نوبت انداز برقی تھی۔ میں پھون سی تھی۔ لیکن

مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ اس واقعے کی تحصیل اس وقت بھی آنکھوں میں پھر گئی

ہے۔ بڑی حوالی مات تھی۔ ایسی بدش میری یادداشت میں تو پھر کبھی نہیں

ہوئی۔ رات دوسری سے زیادہ گزری تھی۔ لیکن ایسے طوفان میں سینہ کہاں۔ ہم

پتے تک جاگ رہے تھے۔ درختوں کے جھگے ہونے چہرے دیکھ کر دھلے جا رہے

تھے۔ ورنہ کسی نے باہر سے ہمارا دروازہ پٹا توڑ دیا کیا۔ میرے باپ دو دروازے

کی طرف پکے۔ ہم سب کا یہی خیال تھا کہ کوئی راہ گیر پناہ چاہتا ہے۔ لیکن وہ میرے

باپ کا کوئی جگہ کی درست ثابت ہوا۔ اس کی حالت تباہ تھی۔ ٹھوڑی دیر بعد اس

کا باپ تبدیل ہو گیا۔ مجھے یاد ہے کہ اس نے میرے باپ سے کہا کہ اس نے میرے

ایک آرام دہ اندر کمرے میں لٹا لیا گیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس نے میرے

باپ سے کہا تھا کہ وہ ایک ایک سوچ کر چاہتا ہے۔ ہم لوگ مجھے تاہم فریاد بک

رہے۔ لیکن پھر بھی میرے باپ وہی ایک بک اٹھاتے تھے۔ وہ جب وہ اس

پر ایک چکر چلا آتا تو اس کے تینے میرے باپ سے ہم لوگوں کو دباں سے ہٹا دیا۔

تھا۔ ہم باہر چلے گئے۔ اور ہم نے وہ اندر لوٹ گئے جانے کی دوسری تھی۔

پھر شہر آئے۔ آدھے گئے کے بعد میرے باپ اس کمرے سے براہ ہونے لگے اور

بے حد سنجیدہ نظر رہے تھے۔ وہ۔۔۔ اب کافی پڑا۔

وہ انور دیر سے کھلی، تار نے لگی۔

کافی کے ڈگپ تیار کر کے وہ بھی ایک کرتی میز کے قریب کچھ دانی۔

• کچھ کھانے کو بھی ہے " عمران نے پوچھا۔

" ہاں۔ ہاں۔ کبیر نہیں۔"

" میں نے ابھی کھانا نہیں کھایا۔"

وہ ڈیلے ہوئے جھنگوں کا ایک ذبہ اخلاقی۔ کچھ سلامیں بھی گئے۔

" چلو ٹھیک ہے " عمران سر ہلا کر بولا۔

" ہمارا گھر بھرا ہوا تھا، وہ کافی کا ایک گھوٹ لے کر کہنے لگی " لیکن میں

اپنے باپ کی تمباغہ افلا دیتی تھی۔"

" تب پھر میں ہی آدمی تو جو سنے، تم اور تمہارے اس باپ! عمران برا۔

" نہیں کچھ اللہ رشتے دہر بھی ہمارے ساتھ رہتے تھے۔"

" غیر بھر جان۔ دو دن بعد وہ آدمی مر گیا۔ اور اسی دن سے میرے باپ

مجھے آتش کی تعلیم دینے لگے، یقین کرو میں سو رساں کی عمر میں بہت اچھی مشور

بن گئی تھی۔"

" بھلا اس آدمی کے مر جانے اور تمہارے مشور بن جانے سے کیا تعلق؟

وہ بی تو بتا رہی ہوں، کیا اس وقت ایک بچہ تک تمہارے پاس موجود ہے؟

" وہ تو میں یہیں پھنسا گیا تھا۔"

" کہاں؟"

" یہیں کچن میں۔"

" تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔ وہ چادر بونی۔"

کاغذ کی کار تصویریں اور دوسری اہل بلا کے نیچے دبی ہوئی کچھ بگ ٹوکر کی سے کر پڑی۔

" عجیب آدمی جو تھا۔"

" بہت زیادہ اہم چیزیں اسی طرح محفوظ رہتی ہیں کہ انہیں مادی کی ٹوکر کی

کی فزکس دیا جاتا ہے۔ عمران نے کہا اور ایک بگ ٹوکر اس کے حوالے کر دی۔

" خیر۔ خیر۔ یہ دیکھو۔ یہ ایک اس پرستی کے دستاویز ہیں۔ یہ ایک بچہ یا ایک

مرستہ دے دے دوست نے بنایا تھا۔ آدمی تو چھ لکیروں کے ذریعہ ایک پرندہ

بنایا گیا تھا۔"

" ہاں جیسے تو۔ اور تم نے جعفر تبر کو اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔"

" اور تو تم نے پوری بات سنی تھی۔"

" میں دروازے سے کان لگا کر رہا تھا۔"

" آخر تمہیں عجب تھی، ہم آدمی کیوں جو گئی ہے۔"

" گھاؤ نیچے بہر کی وجہ سے، عمران نے کہا اور افسانے کا۔ شاید وہ فی کا

کرفی ریزہ ملا تصدیق سے اتر گیا تھا۔"

" آخر وہ کیا پکڑ تھا۔"

" یقین کر لو کہ کچھ بھی نہیں، محض اس کلاسنے کی حماقت۔"

" کیا تم نے اس پرندے کی تصویر نمائش میں نہیں دیکھی تھی؟ اس نے

ایک بچہ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔"

" نہیں۔ میں سنے دھیان نہیں دیا تھا۔"

" وہ اتنی واضح اور جاذب توجہ نہیں ہے۔ اور اسی تصویر کے بدلے میں نے

اس نمائش میں شرکت کی ہے۔ میرے باپ نے مرستہ وقت کہا تھا کہ شرق

کے کسی بھی حصے میں پرندوں کی تعداد کی نمائش ہو تو اس میں مزید حصہ دینا اور دوسری تعداد کے ساتھ اس تصویر کی ہر جہت نقل و حرکت کے نمائش میں لگے جانے پر بھی ضرور کرنا۔

• تو بڑی عجیب بات ہے۔ بھلا اس تصویر میں دکھائی کیا ہے۔ ڈھنگ کا پرندہ بھی تو نہیں معلوم ہوتا۔

• بہت ہی عجیب۔ دیکھو۔ وہی صفحہ کھولو۔ یہ دیکھو۔ یہ نہیں کیریں میرے باپ نے کہا تھا کہ نمائش میں رکائی جانے والی تصویر میں صرف یہ بین کیریں مزید چھوڑ دی جائیں۔

• یعنی یہ بتانی ہی نہ جائیں؟ عمران نے اٹھتا ہوا انداز میں کہا۔

• ہاں۔ اور تمہیں یہ سن کر حیرت ہو گی کہ کسی شام جب تم ست طاقت ہوتی تھی کسی نے وہ تینوں کیریں ٹھیک اسی جگہ بنادیں جہاں انہیں ہر جا چاہیے تھا۔

• یہ کس وقت کی بات ہے۔ یعنی جس سے ملنے سے کتنی دیر پہلے ایسا ہوا تھا؟ یہ تو میں نہیں جانتی۔ لیکن جب شام کو عائشہ کا یہ لدم رکھا تھا تب سے ان کیروں کو دیکھتی رہی تھی۔ اور جب تم دونوں مجھے اس انداز میں سے توں لے سجو یا کہ وہ آدمی تم دونوں ہی میں سے کوئی ہو سکتا ہے؟

• کون آدمی؟ عمران آنکھیں پھیلا کر سیدھا میٹھا ہوا بولا۔

• وہ وہی جس نے تصویر کھلی کی۔

• بھلا کیا بات ہوئی؟

• میرے باپ نے کہا تھا کہ وہ تصویر کھل گئی تھی۔ اسی سے نہیں یک بہت

بڑی دولت کی خوشخبری ملے گی۔ تم بہت امیر ہو جاؤ گی۔

• سیمان کہہ رہا تھا کہ رات کے کھانے پر صرف مسد کی دال ہو گی اسی لیے تو بھلا کا بھلا پھر اچھوں؟ عمران بہت سے بڑبڑایا۔

• کیا کہا؟

• کچھ نہیں۔ یہی سراج رہا ہوں کہ تمہیں کس طرح خوشخبری دوں۔ کہیں خوشی کے بارے میں ابھی وارث فیمل نہ ہو جائے؟

• پھر تم نے بے نیکی یا میں شروع کر دیں؟

• میں وہ آدمی نہیں ہوں؟

• تو پھر۔؟

• میں کیا بتاؤں؟ اچھا اب میرن ٹیچر والڈ کی بات کرو؟

• وہ بھی میرے باپ کے پرانے دوستوں میں سے ہے۔ میرے باپ نے خاص طور پر منع کیا تھا کہ میرن ٹیچر والڈ کو اس ایجنسی یا اس تصویر کے بارے میں کسی کچھ نہ بتاؤں؟

• اور وہ تم سے پرچھتا رہتا تھا؟

• یقیناً۔ وہ جب بھی ملا میرے باپ کے اس مرحوم دوست کے بارے میں مزید گفتگو کرنا۔ ظاہر ہے اس کی موت کوئی دھمک بھی تو نہیں رہتی تھی؟

• اس کا جنازہ چارے ہی گھر سے گیا تھا؟

• کیا مرے والا کوئی بہت بڑا آرٹسٹ تھا؟

• یقیناً کہ۔ اس کے بارے میں میں کچھ نہیں جانتی۔ البتہ ایک افراد سنی تھی؟

• کہیں افراد؟

• میں ہاں کہہ دوں گا آدمی ملکوں میں سے کسی کا جاسوس تھا۔ اور جنگ کے

وہاں میں جو بیٹھیں کام کرتا رہا تھا۔
 "اؤہ۔! عمران نے بیٹھی بجانے کے سے انداز میں ہونٹ سکڑتے اور
 پھر بولا: "ہم یاد ہے!"
 "مانیکل فراڈ ہے!"
 "مانیکل فراڈ ہے۔! عمران نے اس طرح دوہرایا جیسے ذہن پر زور
 دے کر کچھ یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔
 "کیوں۔ کیا بات ہے۔؟"
 "کچھ نہیں اب تم آرام کرو۔ دیکھ تبیں کوئی اعتراض تو نہ ہوگا اگر میں
 بھی بیسیں مات بس کر دوں!"
 "نہیں۔ نہیں۔ مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ یقین کر دو تمہیں تم سے
 خائف ہوں اور نہ تم سے متعلق کوئی انکار اور اپنے ذہن پر پاتی ہوں۔"
 "شکریہ۔!"
 "وہ دونوں کچن سے پھر نشست کے کمرے میں واپس آ گئے۔
 "وہ آدمی کون تھا جو تمہارے کمرے میں مارا گیا!"
 "میں اس کے بارے میں اس سے زیادہ نہیں جانتی جو مجھے پولیس
 والوں سے معلوم ہوا!"
 "عمران کی نظر ٹیلیفون پر پڑی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اسٹول کے قریب
 آیا اور لوں پر کینٹین فیاض کے فیریٹیل کئے وہ گھر پر موجود تھا۔
 "ہجوں تو تم ہوئے وہ دوسری طرف سے خرابا پھر کہتا ہوں کہ مجھ سے
 مل لو ورنہ بڑے خسارے میں رہو گے۔ اب رحمان صاحب کو بھی گھاپے برابر ہو گیا ہے
 "بڑی اچھی خبر شانی تم نے۔ کہہ تو جوفد کہ بھی انہیں کے پاس بھیجا دوں!"

وہ ایک منٹ ٹھہر کر کوئی کاروسے رہا ہے۔ دوسری طرف سے فیاض
 نے کہا۔ اور عمران نے پرمسنی انداز میں سر کو جنبش دے کر فون ہی سلسلہ
 منتقل کر دیا۔
 اب وہ رحمان صاحب کے فون ڈائل کر رہا تھا
 "ہیو۔ دوسری طرف سے فون ڈیٹا کی آواز آئی۔
 عمران نے آواز بدل کر کہا: "کیا رحمان صاحب تشریف رکھتے ہیں!"
 "آپ کون ہیں!"
 "گھاپے بھرا!"
 "جی۔"
 "براہ کرم ان سے کہیں کہ ان کی کال ہے!"
 "جولڈ آن کیجئے!"
 "ٹھوڑی دیر بعد رحمان صاحب کی آواز شانی دی۔
 "تکلیف دہی کی صاف چاہتا ہوں۔" عمران بولا: "ابھی کچھ دیر پہلے فیاض
 سے معلوم ہوا کہ آپ کو میری ضرورت ہے!"
 "تم کہاں سے بول رہے ہو!"
 "دیگ ٹیلیفون بوتھ سے!"
 "خود کو تو آپولیس کے حوالے کر دو!"
 "حکم کی تعمیل کروں گا۔ لیکن کیا آپ میرے لئے تنی معلومات حاصل کر
 سکیں گے کہ پرمسوں کی تعاون کی نمائش کی تجویز کہاں سے آئی تھی!"
 "دیکھا سب۔!"
 "میں آپ کو تکلیف نہ دیتا۔ لیکن فیاض تعاون کرنے پر آمادہ نہیں!"

”کیا مجھ اس کو رہے ہو؟“

”معاذ ایک غیر ملکی سفارت خانے کا ہے۔ سوچیں کیسے؟“

”تم کہنا کیا چاہتے ہو؟“

”میرے تعداد کے بغیر کام نہیں چلے گا۔“

”خافش! کوئی تادیب؟“

”یعنی وہ فرسٹ میگزین کی ذات خود؟“

”ہاں۔ ہاں۔ جلدی سے بک پڑے۔“

”بہت بہت شکریہ؟“

”عمران نے کہا اللہ سلسلہ منقطع کر دیا۔ ویسے اسے

یقین تھا کہ اس حرکت پر کلین صاحب آپ سے باہر ہو رہے ہوں گے۔“

اس کے بعد اس نے جو دنیا ٹیلفون ڈائری کے فہرست میں لکھے اور ایکسٹرنل آؤٹ

میں ڈیال کیا تبیں معلوم ہوا کہ گروڈ کے ایک کمرے میں ایک سفارت خانے کے کیئر

کی ویش ملی تھی۔“

”مجھے معلوم ہے جناب؟“

”اس کا نام معلوم ہے تبیں؟“

”جی ہاں۔ دیو گیسپر فراڈے تھا۔“

”اس کے خاندان میں کسی مائیکل فراڈے کا پتر نکلا ہے۔ وہ کون تھا۔“

”نصف ہے یا مرگیا؟“

”بہت بہتر جناب۔“

”میں گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں دے سکتا۔“

”کوشش کروں گی جناب؟“

عمران سلسلہ منقطع کر کے کیٹپن خاں کے خبر ڈائریز کرنے لگا۔

کرٹپن اسے بہت غور سے دیکھ جا رہی تھی۔ ”دوڑو ایکسٹرنل آؤٹ میں

کیٹپن خاں سے کہہ دو! تمہیں معلوم کرنا ہے کہ کچھلے پندرہ دنوں میں میرا

خبر و دنیا کا کوئی سرنڈش یہاں آیا ہے یا نہیں۔ اس کا سوچو وہ پتر چاہیے ہے یا نہیں؟“

”بہت بہتر جناب؟“

”صرف تین گھنٹے دینے کا کہتے ہیں؟“

”میں اتنا ہی کوشش کروں گا جناب؟“

عمران دیو گیسپر کے کمرے کی طرف دڑا۔ وہ اسے تیر زوڑو اکھوں سے

دیکھ جا رہی تھی۔

”تم آخر ہو کر ہو؟“

”ہی۔ پتر نہیں کیا کیا ہوں؟“

”نہیں۔! میں نے ابھی عروس کی تھا کہ تم کتنی طرح کی آوازوں اور ہموں

میں گفتگو کر سکتے ہو؟“

”کیا یہ کوئی بری بات ہے؟“

”مائیکل فراڈے کا کیا ذکر تھا؟“

”کیا تم اس شخص کے نام سے واقف ہو جس کی ویش تمہارے کیئر میں ملی تھی؟“

”نہیں۔!“

”اس کا نام تھا دیو گیسپر فراڈے؟“

”کیا مطلب؟“

”اگر خافش اس کی کوششوں کا نتیجہ تھی؟“

”نہیں۔! وہ برکھلائے ہوئے انداز میں کھڑی ہو رہی تھی؟“

”ہاں! ادب میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ مائیکل فراڈے سے اس

لا کیا تعلق ہو سکتا ہے؟

”میں نہیں سمجھ سکتی۔“

”جو نہ سمجھ سکوں گا بھی نہ کہہ مزید کر دشاؤں میں سمجھا سکوں؟“

”جسم میں جانے سب کچھ ہے وہ تمہارا کہہ رہی ہے؟ کاش میں نے دیکھ لیا ہے

وہ صدف پہاڑ کر آتشزدن کی تندر کر دیا ہوتا ہے

”اس سلسلے میں کچھ دیکھو آواز دیا ہو تو مجھے بتاؤ؟“

”کچھ نہیں بلکہ نیند آرہی ہے ا

”گڈ نائٹ“ عمران سے لاپرواہی سے کہہ کر۔

”تم کہاں سوؤ گے؟“

”یہاں دفینہ دوم میں۔ تم نکل کر دے۔“

”کچھ تھا برا تھا۔ اور گہری نیلی روشنی بھی اس صدف خارج ہوئی تھی۔“

”جہاں ہو وہیں ٹھہرو؟ وہ گہری غزالیہ۔“

”کیوں۔“

”مزید وہی گفتگو سے پرہیز کرو۔“

اب صدف سوہج رہا تھا کہ ہو سکتا ہے اسے لڑدے کر چکا گیا ہو!

دوسرے کمرے سے لوگوں کے پچھنے پھر سننے کی آواز بھی آرہی تھیں!

”میں یہ مزید جانتا تھا جوں کا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ صدف سے کچھ دیر بعد

کہا۔

”وہ ان بیکری کا وہ صدف جس پر اس کا پتہ تحریر تھا؟“

”میں نے ابھی تک نہیں مل سکا۔“

”محقق رہو۔ اس وقت بھی اس کی تلاش جاری ہے؟“

”اُدھ۔“

”نور۔ بات ہے صدف نے سوچا اتفاقاً تلاش کیا جا رہا ہے۔“

”وہ کچھ بڑبڑلا۔“

”تم خاموش ہو گئے؟“ اور اور واسے سننے سے چھڑا۔

”خوش ہو رہا تھا کہ تلاش کرنے کی راحت سے بچ گیا۔ یہی بات تھی تو اس

کی ضرورت نہیں تھی؟ صدف نے دیوالہ کی طرف اشارہ کیا۔

”اچھے دونوں ہاتھ اٹھانے دیکھو؟“

”تم لوگوں کا دماغ چل گیا ہے شاید۔ جب میں کہہ چکا تھا کہ پوری طرح

تقادون کروں گا تو پھر یہ سب کیوں؟“

”بستر ہے خاموش ہی رہو۔“

دھنسا کسی نے دھونے کو دھکا دیا۔

دروازہ کھل جائے پر دو آدمی اندر آئے اور ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر تیز رفتاری سے دھکا دیا۔

اور پھر وہ دونوں ہی ٹکڑے کا سامان اٹھنے پھٹنے لگے۔ صدف کا فرش کھرا ہو گیا۔

فرما ہی سی دیں پر مار کر تھیں نہیں جو کر رہ گیا۔

لیکن اس دوران میں صدف نے اندازہ کر لیا تھا کہ ان تین آدمیوں کے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں ہے۔

جب اس تلاش کا سلسلہ ختم ہو گیا تو دیواروں کے نیچے اب تین ہمارے ساتھ چلتا پڑے گا۔

دیکھیں۔

میں اس بحث میں نہیں پڑتا، اس نے دیواروں سے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

کہاں چلتا ہو گا؟

وقت ضائع نہ کرو، وہ فرمایا

کہاں میں جاساں تبدیل کر سکتا ہوں؟

نہیں۔ اس کا بہرہ بہت سخت تھا۔

اچھی بات ہے صدف مردہ سی آواز میں بولا۔ اور پھر دروازے کی طرف بڑھتا نظر آیا۔

وہ تینوں ہی جگہ سے گزرا کہ وہ دروازے سے گزر جائے گا۔ لیکن وہ اچانک دیواروں کے پرنٹ پڑا۔

تیسری امان

بقیہ دو پر اس میں تفریق تبدیل سے اعتراض کی کیفیت کا علم ہوا اور وہ بغیر کچھ سوچے بچے صدف سے جھٹ گئے۔ پھر ان میں سے کامرواریار سے ٹکرایا تھا اور دوسرے سے ملنے سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔

دیواروں کے ساتھ اب غالی نظر آیا۔ پہلے ہی پہلے میں صدف نے اس کے ہاتھ سے دیوار نکال دیا تھا۔

اتنے میں ان کی گھنٹی بجی۔ اور بجتی ہی رہی۔

صدف نے اپنے نیچے دبے ہوئے آدمی کو چھو کر دیا اور اس کے لیے چھانک لگائی اور اس بار وہ خود ان دونوں آدمیوں کے نیچے دبا ہوا تھا۔ جنہیں کچھ دیر پہلے جھک چکا تھا۔

تیسرا اس سے دیواروں پھینکے کی کوشش کرنے لگا۔

دن کی گھنٹی بجتی رہی۔

پھر صدف نے وہاں چوتھے آدمی کی جھک دیکھی وہ بہت آہستگی سے کمرے میں داخل ہوا تھا۔ سیدھا صدف کی طرف چلا یا اور اس کے اس ہاتھ پر پیر رکھ دیا جس میں دیوار دبا ہوا تھا۔

دیواروں پر اس کی گرفت ذرا کم ہو گئی۔ دیا عروس ہوا تھا جیسے کلائی کی ہڈی ٹوٹ جائے گی۔

بالآخر دیواروں کے ہاتھ سے ہی نکل گیا۔ اس نے اس کا پیر اپنی کلائی پر سے ہٹتے دیکھا۔ دوسرے آدمی نے دیوار دبا ہوا تھا اور کلائی پر سے پیر ہٹانے والا فن کی طرف جا رہا تھا۔

اب وہ۔۔۔ صدف کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ اب وہ اس آنے والے کا پوری طرح جائزہ لے سکتا تھا یہ تو وہی کڑواہ گروں اور چوڑے شانے والا

آدمی تھا جس سے اس نے وہ بیکزری والا جھوٹ بولا تھا۔
دیواروں کے سامنے صفحہ کراٹھنے کا اشارہ کیا۔

وہ اٹھا تھا اور تینوں نے اسے لڑنے میں سے لیا تھا۔

کوٹاہ گردن آدمی نے فون کا ریسور اٹھایا۔ اور بولا: ہلو: میں - میں
ڈاکٹر بلکس لوی - ہاں۔ غبار، سریش سے کیا تعلق ہے۔ ہاں - ہاں۔ اس
نے فون کر کے مجھے بلایا تھا۔ میں یہاں پہنچا تو وہ مجھے سبے جوش ملا کیا تم اسے
جنت قریب سے جانتے ہو۔ ہاں صفحہ صید پھانگ کی جبریل پر جی
نام ہے۔ کی۔ کیا نام بتایا۔ وہ بیکزری تو کوئی بھی جو ہر کے لئے چلے آؤ۔
سیری سمجھ میں نہیں آتا کیس کیا کروں۔ میں تو آپس کو فون کر سکتے رہا تھا۔
پینٹر بری، آپ۔ وہ یہاں بالکل تنہا پڑا ہے۔ وہ ریسور رکھ کر صفحہ کی
طرف مڑا اس کے ہونٹوں پر بڑی سفاک سی مسکراہٹ تھی۔

”اگر تم اپنی خیریت چاہتے ہو تو بے جوش بن کر بستر پر لیٹ جاؤ آ
اس نے صفحہ سے کہا۔

صفحہ کے سر کے زخم کے ٹائٹ ٹائٹ ٹکڑے لگے تھے کیونکہ بیڈریج سے
خون بہنے لگا تھا۔

”فٹ۔۔۔ فون پر کون تھا؟

”شکار خود ہی جاں کی طرف آ رہا ہے؟

”کیا مطلب ہے؟

”وہ بیکزری؟

صفحہ نے غریب سانس لی۔ اور بددستی سکڑایا۔

”پلو۔ سیری جان تو چھوٹے گی۔ اس نے کہا اور بستر کی طرف مڑ گیا۔

”نہرو۔ وہ آدمی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ صفحہ رگ گیا۔ پھر اس نے تینوں
میں سے ایک سے کہا: بستر کی اچھی طرح تلاش سے پوچھو

وہ آگے بڑھا اور جیسے ہی ٹیکہ، تھا: صفحہ کے دیوار پر نظر پڑی:

”غوب۔۔۔ کوٹاہ گردن صفحہ کی آنکھوں میں دیکھتا جو مسکرایا۔

صفحہ نے لاپرواہی سے شانوں کو جیتش دی اور بستر پر گر پڑا۔ شاید

اسے احساس ہی نہیں ہوا تھا کہ اس کے سر پر زخم دوبارہ دہنے لگا ہے

پھر کوٹاہ گردن نے اپنے ساتھیوں سے کسی ایسی زبان میں گفتگو کرتے

کر دی جو صفحہ کے لئے نامی تھی۔ وہ تینوں کمرے سے چلے گئے:

”اپنی آنکھیں بند کر لو! کوٹاہ گردن صفحہ کو گھورتا ہوا بولا۔

”جس تم سے پوری طرح تعاون کروں گا۔ صفحہ نے کہا اور آنکھیں

بند کر لیں۔

دس پندرہ منٹ تک وہ یہ جی بٹا رہا۔ پھر صفحہ کی آواز میں

لیکن کم از کم یہ مردانہ صفحہ کی چاپ تو برگر نہیں ہو سکتی تھی!

جیسے ہی چاپ اس کمرے میں داخل ہوئی صفحہ نے آنکھیں کھول

دی۔

اور جو۔ کچھ جانا پہچانا سا چہرہ۔۔۔ اس سے یہ تو سرخوش کرکٹ کر رہی

ہے۔ اکیسویں اس کے ہاتھ میں تو معلومات حاصل کرنے کو کہا تھا لیکن

وہ کوٹاہ گردن کہاں ہے؟

وہ بستر کے قریب آئی صفحہ نے اٹھنا چاہا۔ لیکن وہ اٹھا کر بولنے

”بٹنے رہا۔ لیٹے رہو۔ اسے تمہاری بیڈریج فون سے ترہ گئی ہے!

ڈاکٹر کہاں ہے؟

”ٹڈ۔ ٹاکٹر۔ لیکن تم کون ہو۔“

”تمہارے دوست فان بیگز کی بی بی کے والدی۔ اس نے بتایا تھا کہ تم تنہا اور بیمار ہو۔“

”وہ خود کیوں نہیں آیا۔ مضر نے بھرائی ہوئی کواڑ میں پوچھا۔“

”یہ میں نہیں جانتی۔ میں تو تمہاری بیمار دہری کے لیے آئی ہوں۔ یہ کیاں کوئی فرسٹ اینڈ کس بھی موجود ہے۔ میں تمہاری منڈیچ بدل دوں گا۔“

”ذرا تم کے ٹانگے ٹوٹ گئے ہوں گے۔ سر میں چوٹ تھی؟“ مضر بولا۔

”فرسٹ اینڈ کس۔ اس الماری میں ہے؟“

”جیسے ہی وہ الماری کی طرف بڑھی وہی آدمی اندر داخل ہوا جس کے ہاتھ میں ریلوے گھڑا۔“

کرئیں کہ کھلا کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔

”فان بیگز کی کہاں ہے؟“ اس نے اس سے سخت الجھے میں پوچھا۔

”کلک۔ کلک۔“ مضر نے۔ ”وہ مضر کی طرف مڑی۔“

”اگر تم فان بیگز کی دوست ہو تو، ابھی معلوم ہو چکے گا۔“ مضر

کراہا۔ ”تم لوگ میرے ملک کے مفاد کے خلاف کام کر رہے ہو۔ کیوں؟“

”میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔ تم پتہ نہیں کہیں کسی باتیں کر رہے ہو۔“

”ابھی معلوم ہو جائے گا۔ ابھی معلوم ہو جائے گا۔“ مضر براہ راست

بٹاکر بولا۔ ”پھر ریلوے گھڑا اسے کہہ کر وہ اسی بیسیک آدمی کو تو بلائیے دیکھو

کہ وہی دم نکل جائے گا۔“

”تم خاموش رہو۔“ ریلوے گھڑا بولا۔ ”میرا بھائی۔“

”مہتمم میں جاؤ تم سب۔“ خواہ مخواہ میری ٹانگ پھنسی ہے۔“ وہ بڑبڑا کر رہ گیا۔

”وہ بیگز کی اس وقت کہاں تھے گا؟“ ریلوے گھڑا اسے نے پھر کرئیں کو مخاطب کیا۔

”میں نہیں جانتی۔ کچھ دیر پہلے اس نے فون پر مجھ سے درخواست کی تھی کہ اس کے ایک بیمار دوست کی جگر گیری کے لیے جانوں۔ اور یہیں کا پتہ بتایا تھا۔“

”کی تیس مہینے کہ پورے تمہاری تلاش میں ہے؟“

”میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔“

”تم نے جو ٹی بیگن چھوڑا؟“

”کسی نے میرے ساتھ فرار کیا تھا۔ ایک بھر دہری جان بچائی۔ لیکن تم کون ہو؟“

”دیکھو کہ کہاں ہے؟“

”اوہ۔“ وہ راستہ میں گروئی تو تم انھیں لوگوں میں سے ہو؟

اس نے اس بات کا کوئی جواب نہ دیا اتنے میں دو آدمی کمرے میں داخل ہوئے۔

”اس کے ہاتھ پیر باندھ دو؟“

”وہ دونوں اس کی طرف بڑھے ہی تھے کہ دروازے کے قریب سے

آواز آئی۔

”فان بیگز کی حاضر ہے دوست۔“

مضر برکھ کر اٹھ بیٹھا۔

عمران بہت بہت آہستہ آہستہ بڑھ رہا تھا۔ لیکن اس طرح کہ اس کی پشت اور دائرے کی طرف نہ جھکنے پائے۔
 وہیں ٹھہر دیا۔ اور اپنے ہاتھ اوپر اٹھا کر ریرا اور دائرے کے منہ کی دہلیز پر۔

”وہ کس خوشی میں میرے دوست!“
 ”میں فائر کر رہا تھا۔“
 ”فائر کی آواز عقیقہ طور پر باہر جانے کی درگاہ نہ کر سکو گے جو کہ چاہتے ہو۔“

دفعۃً ایک آدمی پھر کمرے میں داخل ہوا۔ لیکن اس کا پرچہ سیاہ نقاب سے ڈھکا ہوا تھا۔

صفر نے سوچا کیا فرق پڑا نقاب سے گردن کی کوتاہی کہاں چھپائی عمران اس کی طرف مڑا۔

”وہ بیکڑی تمہارا کس قسم ہو گیا؟“ نقاب پوش نے کہا۔
 ”تقسیم! لیکن، یکے ایک مائٹل کر لیں گے پاس نہیں ہے؟“
 ”وہ دن دونوں کو باندھ کر نقاب پوش نے ان دونوں سے کہا جو خالی ہاتھ کھڑے تھے۔“

”شانسی کی سوسائٹنگ! عمران فوراً ہی میں کہتا ہوں جیسے بٹنا۔ وہ دونوں اس پر ہنسنے لگے۔

اور پھر صفر بھی نہ دیکھ پایا کہ کس طرح ایک اچھل کر دیواروں کے پر جا پڑا تھا اور دوسرا نقاب پوش پر۔

نقاب پوش راکٹروا ہوا اور اسے دوسری طرف جھٹک کر۔۔۔

کسی خوفزدہ بیکڑی کے قریب آئے گا تھا
 صفر کی نظر دیوار پر تھی جو اس آدمی کے ہاتھ سے نکل کر ادا رہی تھی
 نیچے بیچ گیا تھا۔ لیکن کمرے کے ماحول کی ایسا سنسنی خیز ہوا تھا کہ شاید دیوار کا کسی کو ہر شے ہی نہیں تھا۔

وہ میوں کو اب دن بیکڑی اور نقاب پوش کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ بڑی عجیب سی پوزیشن تھی ان دونوں کی۔
 نقاب پوش کے ہاتھ میں ایک چمکتا ہوا خنجر تھا۔
 اور دونوں ہی اس طرح جھکے کھڑے تھے۔ جیسے ایک دوسرے پر حملہ کرنے کے لیے مناسب پہنچاؤ رہے ہوں۔

کمرے میں ہدیائی انداز میں چلنے جا رہی تھی۔ ہوشیار۔ ہوشیار۔ یہ سن رہے۔ زندگی بھر کھانوں اور خنجروں سے کھینچا رہے۔ ہوشیار ہوشیار۔

اس کی دائرہ کا پڑی تھی چٹنے کا انداز ایسا تھا جیسے کسی شدید تکلیف کے زیر اثر رہنے دے رہی ہو۔

”اچھا۔ اچھا۔ گھٹیا۔ نقاب پوش عمران سے توجہ ہٹانے بغیر بولا اور عمران نے سیدھے کھڑے ہو کر بے تحاشا ہنسنا شروع کر دیا۔

اتنی ادا رہی سے ہنس رہا تھا جیسے نقاب پوش کے ہاتھ میں خنجر کے بجائے ناؤ ٹھنکن ہیں۔ اور خود اس کے ہاتھ تو پٹنے ہی سے خالی تھے۔ اتنے میں صفر کو موقع مل گیا کہ وہ چپ چاپ بستر سے اٹھ کر ادا رہی کے نیچے پڑے ہوئے دیوار پر قبضہ کر لیتا۔

وہ ادا رہی سے پشت لگا کر دائرہ پر اپنے ہاتھ ڈال دیا۔

۱۱۰ - تو تم عمران ہو۔ آ

”میں جانتا ہوں کہ تم نے میرے بارے میں مزید جان بینی کی ہوگی۔“
میرزا دوست میں تمہاری طرف روشنی ڈالتا دیکھا، جوں نے پھر بڑا
چمک کر آگے بڑھا۔

بڑھ تو اس انداز میں تھا جیسے سنا فیر کرنا چاہتا ہو لیکن عمران نے
دور سامنے پر کھڑا تو اس نے خیر پر ہاتھ ڈال دیا تھا۔
وہ پھر تھمتے نہ صرف اپنی جانب مٹا تھا بلکہ خیر کی نوک سے
اس کے بازو پر ہلکا سا چرکا بھی لگا تھا۔

وہ غرا کر پٹ پٹا۔ عمران نے جھٹکی دی وہ پھر نکلا گیا ساتھ
ہی ایک چرکا مان پر بھی لگایا۔
اب تو پھر بولڈنگ لگا لگا بر گیا۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے عمران کو
میں کر دکھ سکے گا۔

وہ عمران سے پوچھ کر میرے میں دوڑتا پھر ہاتھ آتا۔ ایک بار اس
کے تینوں آدمیوں میں سے ایک نے اس کی کمر تھانے کی کوشش کی
لیکن عمران کی لات اسے منہ کے بل فرش پر سے آتی تھی!

اس دوران میں عمران نے سب سے اشاریہ دو پانچ کا ایک پتول
لٹال کر منہ کی طرف اٹھایا دیا۔ منہ سے اسے باتوں ہی پر روک دیا اور ان
تینوں کو گدگداتا ہوا بولا: ”بچی جگہ سے ہٹنا بھی نہیں“

”پتھ کھتا ہوں۔“ لگا ہی گھونٹ کر مادوں کا پتھر پھینک دیا تھا
غرا ہوا۔

”اگر تھوڑی دیر بعد اس کے تاباں رہے تو عمران نے اس کی گرفت

سے بچنے کے لئے اپنی جانب جست لگاتے ہوئے کہا۔

”دروں کا۔ وہ جست چھٹ کر پھٹنے لگا۔

کریشی منہ سے کہہ رہی تھی: ”یہ کیا ہوا ہے۔ وہ بہت خطرناک
دشمن ہے۔ یہ کھیل ختم ہوتا جا رہا ہے“

”میرزا دوست مج کی خطرات کوئی نہیں ہے!“

”واقعی ہے؟ کریشی نے پوچھا۔ ”نہی بار بار ایسا ہوا ہے کہ وہ اسے مار
سکتا تھا۔“

۱۱۱ - اس کی طرف سے۔ کوئی کیا کر سکتا ہے؟

”دشمن پھر وہ دیوار تک کہ کر پھٹا ہوا لڑا۔ تم آخر چاہتے کیا ہو؟“
”تو اب جا دو۔ اپنے چہرے سے“ عمران نے مسکرا کر کہا۔

پھر لڑنے سے قناب اتار بیٹھی۔

”میں نے غلط تو نہیں کہا تھا؟ کریشی بول پڑی۔ اور پھر لڑنے سے

غور کر دیکھا

چند لمبے اسی طرح غور کرتا رہا پھر بولا: ”سب کچھ تمہاری دھم سے
ہوا ہے۔“

”تم کون ہوتے ہو میرے معاملات میں دخل دینے والے؟“

”جو اس سے مت کر۔ اگر میں نے دخل اندازی نہ کی ہوتی تو وہ ایکسپلجک
صاف نکال دیتا۔“

”تو تم نے دخل اندازی کی تھی؟ عمران سر ہلا کر بولا۔

”ہاں۔ میری دھم سے بچ گئی ایکسپلجک“

”میں سمجھ گیا۔ تم میرے دھم کو مار کر فرار سے کے حالات سے باخبر ہے ہو گئے؟“

ہاں۔ میں نے ہی کیا تھا؟
 "اور خراڑے کا خاتمہ بھی تمہارے ہی ہاتھوں ہوا ہو گا؟"
 "ہاں۔ یقیناً۔"
 "اب یہ بتاؤ کہ ہفتہ تو کہاں گیا؟"
 "میں کیا جاؤں۔؟"

"عمران: یہ اپنی سانسوں پر قابو پانے کے لئے دقت گزار ہی کر رہا ہے۔
 کر سینگے پہنچ کر ہوئی؟ اس باتم اس کے قتل سے بچ سکو گے؟
 اور مقدمہ دیکھا کہ کر سینگے کا جملہ پردا جو سے سے پہلے ہی پتھر بولڈ
 نے ریو اور نکال لیا ہے۔ یہ خود اسی کا ریو اور تھا۔ کچھ دیر پہلے اس کے
 ٹکٹے کے نیچے سے برآمد ہوا تھا۔ اسے اپنی اس غفلت پر انہیں جو ہوا تھا۔
 کاش کچھ دیر پہلے اسے خیال کیا ہوتا۔
 لیکن اس نے بھی اس کے ہاتھ پر ٹانگر کر دینے میں دیر نہیں لگائی
 تھی! یہ اور بات ہے کہ نشانہ ٹھیک نہ رہا ہو۔"

پھر اسے دوسرا فائر کر کے کی مہلت نہ ملی کیونکہ مقدمہ کا نشانہ غلط
 ہونے دیکھ کر عمران نے پتھر بولڈ پر حملہ لگ لگائی تھی۔
 اور یہ حرکت تعقیب حذر پر اٹھانے تھی۔ ہو سکتا ہے کہ خود پتھر بولڈ ہی
 فردس ہو گیا ہو۔ اور اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو خود لنگ عمران کے
 پچھنے سے پہلے ہی کئی گولیاں اس کے سینے میں پھوست کر دیتا۔
 ریو اور پھر اس کے ہاتھ سے چوٹ گیا۔ اس بار کر سینگے نے دوزخ
 ریو اور پر قبضہ کیا تھا۔ نہ صرف قبضہ کیا تھا بلکہ دوزخ پتھر بولڈ کی ہنگام
 پر جھونک مارے تھے۔!

پتھر بولڈ عمران کی گرفت میں رکھ دیا۔ اور گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔
 "پر تم نے کیا کیا۔؟ عمران بولڈ سے ہونے والے میں بولڈ ابھی چاروں طرف
 سے دگ دوز پڑیں گے؟"

"پہلے بھی تو ایک فائر ہوا تھا؟ کر سینگے بولی
 "واقعہ وہ احاطہ دہ دو پانچ کا پستول تھا۔ آواز عمارت سے باہر نہ گئی
 ہو گی۔ مقدمہ صدر دروازے پر جاؤ۔ میں یہاں دیکھوں گا
 مقدمہ سے پستول تھماتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔
 پتھر بولڈ فرش پر دوزخ بیٹھا کر سینگے کو غور غور نظروں سے گھورے
 جا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر تکلف کے آثار نہیں تھے!
 دفعتاً عمران نے اسے غائب کر کے پوچھا: "ٹیکل فرائے اور اس
 فرائے میں کیا تعلق تھا؟"

"کبھی نہ بتاؤں گا۔ اب تو میرے ساتھ یہ راز بھی موت کی آغوش میں
 جانے لگا۔ پتھر بولڈ ٹکٹے ٹکٹے کی طرح غرایا۔
 میں تمہیں مرنے نہیں دوں گا میرے محبوب! عمران نے غصے دھینگ
 انداز میں کہا اور اٹھتوں کی طرح کر سینگے کی شکل دیکھنے لگا۔

"یا پھر اس کی ایک صدمہ اندہ بھی ہو سکتی ہے۔" وہ کہہ کر بغیر ہوتا
 رہا۔ یہاں جاتا ہوں کہ تم پوچھیں گے کہ یہی کام کرتے ہو اور مجھوں کے
 لیے بھی، اگر مجھ سے لحاظ کرو تو فائدہ سے ہیں۔ ہو گئے۔ یہ لڑکی تو بالکل بو
 تھی ہے۔ اگر اس نے وہیں بھیجا تو باوجود کہ مایہ ناز مرنے سے پہلے کوئی
 کسج بنا گیا ہے تو اس کی قربت ہی نہ آئے باقی۔ میں اس کے جیسے کہ مازوہ
 خیاں رکھتا۔؟"

لا کیا حصہ۔ کیا مطلب ہا کر سینی چرنگ کر لہی۔

”جو بی بی فریادہ غریبہ کیا تم جانتی نہیں تھیں کیا فراڈ سے تمہیں خط نہیں لکھا تھا“

”نہیں۔ یہ جھوٹ ہے۔ اس کی لاش ہی دیکھی ہے میں نے امداد میں والوں سے اس کا نام معلوم ہوا تھا“

”خیر مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ تم پتہ کہہ رہی ہو یا جھوٹ۔ میری مدد کے بغیر وہ ایسی بک بیکار ہے“

”سو۔ پیارے۔“ عمران اٹھ، ٹھاکر بولا، ”ایک بک میرے پاس ہے لیکن جب تک میں اس کی کہانی اور اہمیت سے واقف نہ ہو جاؤں نہیں اس کی ہوا بھی نہ جھٹکے دوں گا۔“

”میں بہت زیادہ دیر تک اس پوزیشن میں نہیں رہ سکتا۔ خون ضائع ہو رہا ہے۔ پہلے اس کا انتظار کرو۔ اس کے بعد میں کچھ بتاؤں گا۔“

پھر سب خاموش ہو گئے تھے۔ کچھ دیر بعد صفدر واپس آیا۔ اس نے بتایا چاروں طرف سناٹے کا ماحول ہے۔ کسی نے بھی غاروں کی طرف توجہ نہیں دی۔

”اچھا مہمان خانہ غریبہ پانچ ہو چکا ہے۔ وہاں اس زخمی کی دیکھ بھال بھی ہو سکے گی۔ تم اسی میٹروں کے ہاتھ پشت پر بانہ دو“ عمران نے صفدر سے کہا۔

مہمان خانہ غریبہ پانچ۔ بلا سبر ایک دیسی استیال تھا۔ لیکن حقیقتاً ایکٹو کے کارندے یہاں مختلف قسم کے کام انجام دیتے تھے۔ ڈاکٹر طرازی کی سیکٹ سرورس کا آدمی تھا۔ دن بھر اس پاس کے دیہاتوں کے لوگ وہاں ملک کے لیے آتے رہتے اور عمارت کے دوسرے حصوں میں ایکٹو کے کام بھی جاری رہتے۔

ڈاکٹر نے پھر بولڈ کا آپریشن کر کے گویا نکال لی تھیں۔ اور اب وہ وہیں کے ایک کمرے میں آرام کر رہا تھا۔ کر سینی۔ در صفدر بھی یہیں تھے پھر کے میٹروں ساتھیوں کو ایکٹو کے ان کارندوں میں ہونا دیکھا گیا تھا جہاں قیدی رکھے جاتے تھے

دو دن پھر بولڈ وہاں آرام کرتا رہا۔ پھر ایک مات عمران وہاں پہنچا اور صفدر کی بات شروع ہوئی۔

کر سینی بھی وہاں موجود تھی۔

”تم کیا سمجھتی ہو۔“ نائیکل فرانسے کون تھا؟ پھر بولڈ نے کر سینی کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

وہ ایک آرام گری پر نیم دلاڑ تھا۔ لیکن اس کے چہرے سے نقابت ظاہر نہیں ہوتی تھی۔

”وہ ایک آرگٹ تھا۔ اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں جانتی۔“

”جو سنبہ۔“ وہ طنز پر غماز میں مسکرایا جسے سر ہٹا رہا پھر بولا۔

”تمہارے باپ کا اور میرا مشترک دوست تھا۔ لیکن تمہارا باپ اسے
 صرف ایک آرٹسٹ کی حیثیت سے جانتا تھا۔“
 ”اور تمہارے چچا نے پوچھا۔“
 ”میرف میں جانتا ہوں کہ وہ اتحادیوں کا جاسوس تھا اور دوسری
 جنگ عظیم کے دوران میں برلن میں کام کرتا رہا تھا۔“
 ”یہ بات تو شہرہ رسی ہی ہے۔ حرف تم کیا جانتے تھے؟ کریش بولی۔“
 ”لیکن یہ تو میرے علاوہ اور کوئی بھی نہیں جانتا کہ کچھ دنوں کے بعد وہ
 صرف اپنے مفاد کے لیے کام کرنے لگا تھا۔ اس نے بہت بڑی دولت سیتی
 تھی! اور اسے کہیں چھپا دیا تھا۔“
 ”اوندہ۔ مجھے اس سے کیا سروکار ہو سکتا ہے! کریش نے پھر وہی
 کہنا۔“

”پھر یہاں کیوں دوڑی تھیں؟“

”میر سے باپ کی وصیت تھی۔ میرے ہاں تھی! انہوں نے کہا تھا جب بھی
 کسی مشرقی ملک میں برصغیر کی تعدادیر کی تلاش ہو اس میں مزور حقت لینا۔
 اور دوسری تعدادیر کے ساتھ فائیکل کے بنائے جو سنہ ایک سو کی نقل فرود کھتا
 ہوں تو پھر۔“
 ”انہیں کی دہانت کے مطابق تصویر میں مجھے کپکپریں جوڑ دینی تھیں۔
 کا خیال تھا کہ جو شخص بھی ان کپریوں کا اضافہ اس نقل میں کر سکے گا۔
 میر سے نے خوش نصیبی کا پیا میر ثابت ہو گا۔“
 ”ہوں۔ وہ برصغیر میں سر لا کر رہ گیا۔“
 ”کپریں تو بلاشبہ گھس گئیں۔ لیکن میں نہیں جانتی کہ میر سے نے خوش

نصیبی کا وہ پیا میر کوں تھا۔“

”وہ گیسر فرادے تھا۔ چور۔ اور باخودہ میر سے انہوں نے لیا گیا جاتی ہو!
 وہ تمہاری ایک بک چرایا جس نے میں کامیاب سر جاتا اگر میں نے اس پر
 غصہ کیا ہوتا۔“
 ”اوندہ۔ تو۔ وہ فرسٹ سیکرری۔“
 ”ہاں۔ وہ فائیکل فرادے کا بیٹا تھا۔ اب یہ بات پوری طرح سمجھ میں
 آتی کہ فائیکل فرادے نے تم سب کو دھوکہ دیا تھا۔“
 ”اب تم مجھ سے بات کرو۔“ عمران نے اپنی طرف متوجہ کر کے کہا
 ”ہاں۔ آں۔ تم قابا جھ سے یہی پوچھنا چاہو گے کہ کرنسی بات پوری طرح
 میری سمجھ میں آتی ہے۔“
 ”مجھ کو آدمی ہو! عمران خوش ہو کر بولا۔“

”اچھا تو سنو! میر سے علاوہ اور کوئی اس سے واقف نہیں تھا کہ ایک بڑا خزانہ
 فائیکل کے ہاتھ لگا ہے۔ کیونکہ میں اس خزانے کے حصوں میں اس کا
 سادہ تھا۔ لیکن اس نے مجھے اس کی روانہ کئے دی کہ اس نے اسے وہاں
 کہاں چھپایا ہے۔ وہ خزانہ دراصل ایک مالدار یہودی کا تھا جسے نازیوں
 نے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ وہ مجھے تسلیاں دیتا رہا کہ جب حالات موافق
 ہوں گے خزانہ حاصل کر کے ہم دو برابر حصوں میں بانٹ لیں گے۔“
 ”وہ خاموش ہو کر کریش کی طرف دیکھنے لگا پھر اسے ہی مخاطب کر
 کے بولا۔ جانتی ہو اس رات وہ کہاں سے تمہارے گھر پہنچا تھا۔ نہیں
 شاید یاد نہ ہو تم بہت چھوٹی تھیں۔ کتنی ہیانک اور طوفانی رات تھی۔“
 ”مجھے یاد ہے! کریش بولی۔“

”کئی دن سے میرے یہاں مقیم تھا اور اس رات چوروں کی طرح نکل بھاگا۔ دن میں اس نے اپنے بیٹے کو ایک خط لکھا تھا۔ اسی گیسپر فراڈے کو جس کی لاش تمہیں اپنے کمرے میں ملی تھی؟“

”وہ چوروں کی طرح کیوں نکل بھاگا تھا۔“ عمران نے پوچھا۔
 ”بیاد تو تھا ہی۔ میں اس پر زور دے رہا تھا کہ وہ مجھے اس خزانے کا پتہ بتا دے اگر وہ سرجی گیا تو میں بڑی ایمانداری سے آدھا خزانہ اس کے بیٹے تک پہنچانے کی کوشش کروں گا۔“

”کیا تم نے وہ خط دیکھا تھا جو اس نے اپنے بیٹے کو لکھا تھا؟“

”نہیں۔ میں اس کی طرف سے بے اطمینانی میں بے گناہ تھا۔ نہ اسے حاصل کرنے کی مزدور کوشش کرتا۔ اس نے تو مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اگلے دن مجھ کو سب کچھ بتا دے گا۔ لیکن رات ہی کو نکل بھاگا۔ اور پھر اس وقت تک مجھے اس کا سراغ نہیں مل سکا تھا۔ جب تک کہ جنتی کے کیڑے کی لڑت نہیں آگئی تھی؟“

کچھ دیر کے لیے کمرے کی گھبراہٹ خاموشی منتقل ہو گئی! پھر چلر بولڈی بولا، ”میرا دعو علی ہے کہ اس نے کرلیٹن کے باپ کو بھی دھوکہ دیا ہو گا۔ اس نے بظاہر ایک پرزے کا ایکچس کیا تھا لیکن اس میں اس پرزے سے متعلق تفصیل اور اس کا پورہ پتہ پوشیدہ ہو گا۔ ورنہ تم خود سوچو اگر اس کے بیٹے نے کرلیٹن کی بنائی جوئی نامحل تصویر چند گھنٹوں کا اضافہ کر کے مکمل کی تھی تو پھر ایکچس بک پرانے کی کیا ضرورت تھی؟“
 ”تمہارا خیال ہے کہ اس ایکچس بک میں اس کے کئے ہوئے ایکچس کے علاوہ کوئی پوشیدہ تحریر بھی ہو سکتی ہے؟“

”ہاں میں یہی کہنا چاہتا ہوں۔ مائیکل فراڈے پوشیدہ تحریر کا ماہر تھا۔ ہزار طرح کی تحریریں خود اس کی ایجاد تھیں۔ اس نے میرے گھر سے اپنے بیٹے کو جو خط پرست کرایا تھا۔ اس میں کچھ اشارے اسے کچھ بھیجے ہوں گے مائیکل اشارے کے جھین میں بھی نہ سمجھ سکوں اور نتیجہ کام کی تکمیل اس نے کرلیٹن کے گھر بیٹے کی جوگی اور بدلتا زیادہ بیاد تھا زندگی سے امید ہو گیا تھا۔“
 ”تو تمہاری دانت میں اس نے جو خط تمہارے گھر سے لکھا تھا اس میں کھنڈ یہ اطلاع تھی کہ وہ کوئی یادداشت کرلیٹن کے گھر چھوڑے گا اسے چاہیے کہ وہ کسی بھی مشرقی ملک میں پرندوں کی تعداد پر کی غائش مشق کر اسے۔ اور بتائے ہوئے طریقوں سے ایکچس بک ڈرائے۔؟“

”ہاں میرا یہی خیال ہے۔“ پھر پھر لڈنگز اسامہ بنا کر بولا، ”وہ بے حد سوچا اور اچھا خاصا معقول بھی تھا۔ اور کیا دانی میں بھی اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔ نگر نہ آنے والی تحریریں بھی اس کے لیے نامکمل نہیں تھیں۔؟“
 ”ایکچس بک کچھ عرصہ تمہارے پاس بھی تو رہی ہے؟ کیا تم نے اس میں کوئی حقیقی تحریر تلاش کرنے کی کوشش نہیں کی؟ عمران نے پوچھا۔
 ”تلاش کی تھی! نہیں مل سکی اس کے باوجود مجھے یقین ہے کہ حقیقی تحریر اس کے کسی نہ کسی حصے میں ضرور پائی جائے گی۔“

عمران تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر بولا، ”ابھی بات بہت کم آگام کرو۔ جب تم اگلے ہو جاؤ گے تو دونوں مل کر خزانہ تلاش کریں گے؟“
 ”میری ایکچس بک واپس کر دو۔“ دفعتاً کرلیٹن نے اس سے ٹھیلے بچے میں کہا۔

”میرے ایک دوست کے پیسے اس پر پیشاب کر دیا تھا۔ دھونے

کی کوشش کی گئی تو بالکل صاف ہو گئی؟
 "تم جھوٹے ہو۔" میری اس بے بسی نے اس کے کھٹکے کا کار پکڑ
 کر جھنجھوڑتی ہوئی کہی۔

خیر کی ساگر کا جتن بڑا تھا۔ مہمان جوتی در جوتی تماکت لے کر آ
 رہے تھے۔ اس کے ساتھ والی میز پر تماکت کے ڈھیر گتے تھے!
 دفعتاً عمران ہل میں داخل ہوا۔ ہیئت کھڑائی وہی تھی جس پر رحمان
 صاحب کو سب سے زیادہ تاؤ آتا تھا۔ یعنی زرد قلعین نیلی پتوں کے اندر سرخ ٹائی
 پیروں میں بیلے دارغ سلید جوتے تھے!
 اللہ چہرے پر حقائق کا عالم تو پرچسنا ہی کیا۔ دیا گتے تھا جیسے اتنے بڑے
 جمع کو دیکھ کر بولکھ گیا ہو۔

سید صاحب کی طرف بڑھتا چلا گیا۔
 وہ جو گتے تھے اور اسے ایسے ناگوار انداز میں دیکھا تھا جیسے ابھی
 انہیں گئے اور ان کے پر اس کو طلب کر لیں گے۔
 عمران نے بڑے ادب سے جب تک کہ اپنا تھکان کی خدمت میں پیش
 کیا۔

"کیا ہے۔" رحمان صاحب نے جھجک کر پوچھا۔
 "نت۔" تھکتے۔ "عمران بکھلایا۔"

"تو مجھے کیوں دے رہا ہے؟"
 "کنیٹوشس نے کہا ہے کہ میں نے آج تک کوئی ایسا حق نہیں دیکھا۔ جو
 خدمت کی جڑ میں پانی دینے کی بجائے اس کے پتوں پر چھڑکاؤ کرتا ہو۔"

"کیا بکواس ہے؟"
 "شریا کو تھک دینے سے کیا فائدہ؟"
 "کیا ہے اس میں۔"

"گھانچ بھرا۔"

"ڈھکے دو کر نکلا دوں گا۔"

"تو میں اپنے ساتھ اس مجرم کو بھی واپس لے جاؤں گا جس نے ولیم
 گیسپر خزانے کو قتل کیا تھا۔" اللہ جس نے ہنر و جبر کو بھی ٹھکانے لگایا۔

"کیا وہ بھی قتل کر دیا گیا۔"
 "چارناطلوم آدمیوں سمیت۔"
 "کیا لاشیں ملی ہیں۔"
 "قائل نے وہ شیں قاتل کرادی ہیں؟"
 "کون ہے قاتل۔"

"شاید آپ یقین نہ کریں کیونکہ وہ سرکاری مہمان ہے؟"
 "صاف صاف کہو۔ نہیں نہیں۔" میرے ساتھ آؤ؟
 وہ اتنے ایک وعدہ اٹھا کر سے میں لائے۔

"اب بتاؤ۔"
 "ایک سوئڈش چیف آف پولیس۔" میرن ظہر و لڑتے
 "نہیں۔"

”یقین کیجئے۔ اس کے اعتراضات میں نے ٹپ کر لئے ہیں۔
اور پھر اس نے جلدی جلدی پوری کہانی دہرا دی۔
”میر سے خدا۔؟ رحمان صاحب سر ققام کر بیٹھ گئے!
عمران نے کاغذ میں پٹا چوا تھخہ نکالا۔

”اور۔۔۔ رہا گھانا بیچ۔ اس نے فریم کی بونی تصویر ان کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ اس تصویر کی اثران حلقہ کیجئے۔ جوزف کی کھوپڑی سے ملو۔ جو کہ یہاں طروب ہوئی ہے۔؟
”اگر یہ بیچ چاہے کہ برین فلپرو لائن حرکتوں کا ذرہ ذرہ سب تو بڑی دشواریاں پیش آئیں گی۔ وہ بیچ سڑکاری جہاں ہے۔
”آپ جانیں۔ میں نے اپنا کام پورا کر دیا۔
”وہ کہاں ہے؟

”بس اسے قیدی ہی سمجھئے۔ جہاں بھی ہے وہاں سے نکل نہیں سکتا؟
”آج وہ ایک بیچ بک۔؟

”میر نے پاس ہے۔ وہ بھی پیش کر دے گا۔

”کیا تم نے اس میں کوئی خفیہ تحریر تلاش کر لی ہے؟

”جی ہاں۔ اور اس تحریر کی کئی اسی ایکچ میں موجود ہے؟ کچھ کیمریں اس طرح کھینچی گئی ہیں اس میں کہ انہیں ترتیب دینے سے دو لفظ بنتے ہیں۔
”گہرا دھواں“ بس میں نے اس صفحے کو گہرا دھواں دکھا دیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد صفحے کے ساتھ صفحوں پر حروف ابجد نے گئے۔ ”حکمت فرمائیے۔؟“

عمران نے ہنسی بیگ سے ایک بیج بک نکال کر وہی صفحہ کھولا۔

رحمان صاحب اسے بغور دیکھتے اور سر جلاتے رہے۔ پھر کچھ دیر بعد بڑے

”فوری طور پر اسے میر سے ٹکے کی سوالات کے سپرد کر دو۔ اور اس رڈ کی کو بھی۔ لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ گیسپر نے لائنز والی تصویر مکمل کیوں کی۔ رڈ کی کے گردوں میں جا کر چپ چاپ ایک بیج بک تلاش کر لیتا۔
”میری دانست میں یہ حرکت رڈ کی کو لائنز ہی میں روکے رکھنے کے لیے کی گئی تھی! تاکہ وہ اس کی عدم موجودگی میں اطمینان سے اس کے سامان کی تلاش سے سکے۔ ظاہر ہے کہ رڈ کی اس تصویر کو اس شام کو مکمل پا کر دیں تو اس آدمی کا انتظار کرتی ہو اس کے لیے خوش بختی کا پیام لائے والا تھا۔
لیکن سہیات! وہ شب تاریک کا بیج بیچ میں آگورا اور سارا معاملہ گھاڑ بیچ برا ہو کر رہ گیا۔؟

”بحرمت۔ اب یہ نام میر سے سامنے نہ دہرائے۔؟

”لیکن تصویر تو آپ ہی کو دکھنی پڑے گی۔ اگر میں اپنے گھر لے گیا تو جے سلی نہ نہ گی اس اندھے کی لامٹی بنا رہنا پڑے گا۔؟

”میں خواہ مخواہ گرم ہو گئی۔ تم بھی تو مجبور ہو۔ یہ تہوار سے ملک کے
دقت کا سوال ہے۔ پھر بھی میں تمہاری مخلوق ہوں کہ تم نے میرے لیے
آسانیاں فراہم کیں۔ میں زندگی کے کسی بھی حصے میں تمہیں نہ بھلا سکوں گی۔“
کنفیڈنٹ شس نے بھی یہی کہا تھا۔ ”عمران، غنڈہ سی سانس لے کر بولا۔
”کیا کہا تھا کنفیڈنٹ شس نے۔“ پھر لیٹیں مٹھکے ڈالے والے انداز میں
شکر اکر بولی۔

”یہی کہ عورت ارادہ کی طور پر جھوٹ نہیں بولتی بلکہ یہ اس کی فطرت ہے
جس طرح میں غیر ارادہ کی طور پر اپنے کان کھاتا ہوں اسی طرح وہ جھوٹ بولتی
چلی جاتی ہے۔ نہ میں کان کھتا کہ شرماتا ہوں اور نہ وہ اپنے کسی جھوٹ پر
تلام جوتی ہے۔ رہے نام اللہ کا۔ اچھا ٹاٹا۔“

✽

کر لیٹیں غنڈے سے سرخ ہو رہی تھی اور عمران اس طرح سر جھکا گئے
بیٹھا تھا۔ جیسے پتلے بھی پٹ پٹکا ہوا اور مستقبل قریب میں بھی پٹ جانے
کے امکانات ہوں۔!

”میں اپنی ایکس بک سے بغیر میاں سے نہ جاؤں گی۔ سمجھے۔“ وہ کچھ دیر
بھر گرجی۔!

”کس طرح سمجھاؤں تمہیں کہ خزانے تک تمہارے ہاتھ نہ پہنچ سکیں گے۔
کیونکہ وہ مشرقی جرمنی میں دفن ہے۔ کسی بھی کیونٹس ملک کی داں واپائیں
گھلے گی۔“

”جہنم میں گیا خزانہ۔ وہ ایکس بک ہی میرے لیے بہت قیمتی ہے۔
بزاروں پونڈ اس کے دام پتلے بھی گکے ہیں۔“
”یہ سیرادہ ہے کہ کچھ دنوں کے بعد ایکس بک تمہارے پاس پہنچ
جائے گی۔ لیکن اس میں وہ صفحہ نہیں ہو گا۔ جس پر مائیکل فراڈ سے کی
غیفہ تحریر ہے۔“

کر لیٹیں خاموش ہو گئی پھر آہستہ آہستہ وہ نارمل جوتی گئی!
”اچھے انوس ہے؟“ وہ کچھ دیر بعد آہستہ سے بولی۔

”کس بات پر۔“